عشرۂ مبشرہ

بشارتِ بہشت پانے والے

مؤلف - ڈاکٹر اصغر حسن وسیر

پیش لفظ - مولانا عبدالقیوم حقانی

3.186

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشارتِ بہشت پانے والے

عشرۂ مبشرہ

Marfat.com

میرے صحابہؓ ہدایت میں ستاروں کی مانند ہیں۔ ان کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

(ارشادِ نبوی)

Marfat.com

بشارتِ بہشت

پانے والے

عشرۂ مبشرہ

مؤلف

ڈاکٹر اصغر حسن وسیر

پیش لفظ

مولانا عبدالقیوم حقانی

علم وعرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40-اردو بازار، لاہور

فون:37352332، 37232336 فیکس:37223584

www.ilmoirfanpublishers.com

E-mail:ilmoirfanpublishers@hotmail.com

Marfat.com

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

98337

نام کتاب	....	بشارت بہشت پانے والے
مؤلف	....	ڈاکٹر اصغر حسن وسیر
ناشر	....	گل فراز احمد
		علم وعرفان پبلشرز، لاہور
مطبع	....	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	....	احمد نواز
سن اشاعت	....	جون 2011ء
قیمت	....	-/200 روپے

...... ملنے کا پتہ ......

علم وعرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40-اردو بازار، لاہور

فون: 37352332، 37232336 فیکس: 37223584

ادارہ علم وعرفان پبلشرز کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل وکرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرماویں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ (ناشر)

Marfat.com

آئینہ کتاب

پیش لفظ	7
عرضِ مولف	9
حضرت ابوبکر صدیقؓ	11
حضرت عمر فاروقؓ	26
حضرت عثمان غنی بن عفانؓ	41
حضرت علی المرتضیٰ بن ابو طالب کرم اللہ وجہہ	56
حضرت سعید بن زیدؓ	78
حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ	88
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	98
حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ	111
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ	121
حضرت زبیر بن العوامؓ	131

Marfat.com

میرے صحابہؓ کو برا نہ کہو۔ اللہ سے ڈرو جس نے صحابہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے صحابہؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے ان کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ کو ایذا پہنچانا چاہے گا وہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔

(ارشادِ نبویؐ)

Marfat.com

پیش لفظ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوٰة والسلام علیٰ خاتم الرسالة۔

تاریخ ان لوگوں کی احسان مند ہے جنہوں نے اپنی جدوجہد، نیک نیتی، خدا ترسی، جرأت واستقامت، انسان دوستی اور جذبہ ایثار سے اس کا چہرہ روشن رکھا اور اسے مختلف علوم و فنون کے جھرمٹ میں سرخروئی کا موقع عطا کیا۔ یہی لوگ لوحِ تاریخ پر کندہ سنہرے حروف ہیں جن کی روشنی آج بھی لوگوں کو اپنی منزل تک پہنچنے میں مدد دیتی ہے۔

تاریخ ایسے لوگوں کے تذکرے سے بھری پڑی ہے مگر ہماری بدقسمتی کہ ہم نے اپنے ان چراغوں کی روشنی سے مستفید ہونے اور اپنے باطنی ماحول کو روشن کرنے کی بجائے اندھیروں میں جھانکنے اور جگنو تلاش کرنے کی عادت اپنا رکھی ہے اور اسی وجہ سے ایک متوّر معاشرہ سایوں اور سرابوں کی نذر ہو گیا ہے۔

برادرِ محترم جناب ڈاکٹر اصغر حسن وسیر کو اپنی حیاتِ مستعار میں شدت سے یہ احساس رہا کہ جب تک ہم خاک پائے صحابہؓ کو اپنی آنکھ کا سرمہ نہیں بنائیں گے اور دنیا کو بینائی عطا کرنے والی عظیم ہستیوں کی سیرت، ان کے کارناموں، جہادِ زندگی اور اسلوبِ حیات کو مشعلِ راہ نہیں بنائیں گے اس سفرِ رائیگاں سے نجات حاصل نہیں کر سکتے جو ایک عرصہ سے ہم طے کرتے چلے آرہے ہیں اور جس کا نتیجہ پریشانی اور پشیمانی کے علاوہ کچھ نہیں نکل سکتا۔

محترم جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے خداداد اسلوبِ تحریر اور گداز اندازِ بیان سے بشارتِ بہشت پانے والے دس صحابہ کرامؓ کا وہ رخ عوام کے سامنے پیش

Marfat.com

کرنے کی کوشش کی ہے جس پر بالعموم کم توجہ دی گئی۔ یہ وہ رخ ہے جو حیاتِ سرورِ کائناتؐ سے مستعار ہے جس میں محبت، اخوت، رواداری، احتسابِ ذات، تزکیۂ نفس، تحمل اور برداشت ہے اور نیکی کی تلقین بھی اس انداز سے ہے کہ مخاطب کو سرتابی کی مجال نہ رہے۔

چمک اٹھے گی تمہاری آگہی کی کہکشاں
سنو اگر تم جاں نثاروں کی یہ اُجلی داستاں

''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق چونکہ ڈاکٹر صاحب خود انہی صحابہ کبارؓ کے اوصاف کی ترویج کے لئے کوشاں رہے ہیں اس لئے ان کی تحریر میں اثر پذیری کا عنصر فراواں نظر آتا ہے۔ موصوف کی اس تالیف کے مطالعہ کے دوران قاری خود کو ایک ایسے ماحول میں محسوس کرتا ہے جس ماحول میں یہ عظیم شخصیات اپنے شب و روز گزارتی تھیں اور زمانے کے ساتھ چلنے اور اپنے آپ کو ہجوم کا حصہ بنانے کی بجائے زمانے کو اپنے ڈھب پر چلانے کی تگ و دو کرتی تھیں یہ وہ ماحول ہے جس میں جینے کی خواہش اہلِ دل کو بے چین رکھتی ہے۔

جناب ڈاکٹر اصغر حسن وسیر کی تالیف ''امہات المومنین'' کے بعد یہ ''بشارتِ بہشت پانے والے'' (عشرہ مبشرہ) ان کی دوسری عظیم علمی، ادبی، تاریخی قلمی کاوش ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی دینی خدمات اور علمی و قلمی مساعی کی مقبولیت کی مظہر ہے۔

اللہ پاک اسے قبول فرمائے اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

۲۱ صفر ۱۴۳۲ھ

۲۶ جنوری ۲۰۱۱ء

Marfat.com

عرضِ مؤلف

محترم قارئین! اس سے بیشتر میری ایک تالیف امہات المومنین القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ کے تعاون سے منظرِ عام پر آچکی ہے جسے شائقینِ مطالعہ نے بے حد سراہا اور پذیرائی سے میرے ذوقِ تصنیف و تالیف کو تقویت ملی۔

میری یہ تالیف رسولؐ اللہ سے بشارتِ بہشت پانے والے دس صحابہ کرامؓ کی شخصیت اور کردار کے بارے میں ہے۔ امید ہے اسے بھی پسند کیا جائے گا۔

آپ سے التماس ہے کہ اپنی دعاؤں میں مجھ ناچیز کو یاد رکھیں کہ میں یہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھ سکوں۔

ناچیز

ڈاکٹر اصغر حسن وسیر

حافظ آباد

Marfat.com

وضاحت

جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دیکھا اور ملاقات کی انہیں صحابی نہیں کہا جا سکتا۔ صحابہ کرامؓ وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جنہوں نے حضورؐ کو دیکھا، ان سے ملاقات کی، ان پر ایمان لائے اور ایمان کی حالت میں حضورؐ کے ساتھ رہے، غزوات میں بھی حضورؐ کا ساتھ دیا اور ایمان کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

وہ نابینا حضرات جو حضورؐ پر ایمان لائے، ان کی صحبت میں بھی رہے اور تا حیات حضورؐ کا ساتھ دیا لیکن بینائی نہ ہونے کی وجہ سے حضورؐ کا دیدار نہ کر سکے وہ بھی صحابہ کرامؓ میں شامل ہیں۔

صحابہ کبارؓ میں عشرہ مبشرہ ممتاز ہیں، یہ دس صحابہ کبارؓ وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جنتی ہونے کی بشارت سنی۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سن ہجری سے تقریباً پچاس سال قبل مکہ مکرمہ کے ایک رئیس عثمان بن عامر جن کی کنیت ابو قحافہ ہے کو اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند سے نوازا۔ والدین نے اپنے بیٹے کا نام عبدالکعبہ رکھا۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالکعبہ کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔ عبدالکعبہ یعنی عبداللہ کی کنیت ''ابوبکر'' ہے حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کا نام ام الخیر ہے۔ ام الخیر کے ہاں اولاد نہیں بچتی تھی اس لئے وہ عبدالکعبہ (ابوبکر) کو اٹھا کر خانہ کعبہ لے گئیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ:

''اب یہ موت کے منہ سے بچ گیا ہے اسے آزاد کر دے''

اس لئے عبدالکعبہ کا لقب ''عتیق'' مشہور ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ''صدیق'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اس طرح وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مشہور ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ درمیانے قد کے دبلے پتلے انسان تھے۔ وہ انتہائی کم گو، ذہین، نرم دل اور مخلص انسان تھے وہ اکثر روزے رکھتے تھے، وہ اکثر راتوں کو جاگ کر نمازیں پڑھا کرتے اور عبادت میں محو رہتے تھے، وہ نہایت عاجزی سے نماز پڑھتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت کے دوران وہ رونے لگتے تھے۔ وہ بہت سخی تھے کھلے دل سے غریبوں اور مسکینوں کی مدد کیا کرتے تھے وہ مشکل وقت میں دوسروں کے کام آتے اور بیماروں کی تیمارداری کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ وہ ایک رئیس ہونے کے باوجود اپنی خوراک اور اپنا لباس سادہ رکھتے تھے انہوں نے اپنی ساری دولت راہِ اسلام میں بڑی

Marfat.com

قبول کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعا سے ان کی چار پشتیں صحابہؓ ہیں یعنی وہ خود ،ان کے والد، ان کے دونوں بیٹے، ان کا پوتا، ان کی والدہ، ان کی دونوں بیویاں، ان کی بیٹیاں حضرت اسماء اور حضرت عائشہؓ یہ سب نہ صرف مشرف بہ اسلام ہوئے بلکہ صحابیت سے بھی مشرف ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے علاوہ کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔

ابوبکر صدیقؓ اپنا مال و زر نہایت کھلے دل سے اسلام کی خدمت کے لئے خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضورؐ سے کہہ دیا کہ:

"میں اور میرا سارا مال آپؐ کی مِلک ہے"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے حضرت عروہؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے جو رسول اللہﷺ کی خواہش پر دین کی خدمت میں خرچ ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نہ صرف مالدار تھے بلکہ فیاض بھی تھے۔ انہوں نے اپنا مال و زر زیادہ تر تبلیغ اسلام اور فروغ اسلام میں خرچ کیا، جب مکہ مکرمہ میں اسلام کی ابتدا ہوئی تو ابوبکر صدیق نے غلاموں اور لونڈیوں کو ان کے آقاؤں سے خرید خرید کر آزاد کرایا اور آزادی کے بعد انہوں نے بخوشی اسلام قبول کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ پر لوگوں کو بڑا اعتماد تھا اس لئے ابتدا میں بہت جلد حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ یہ پانچ احباب نے اسلام قبول کیا۔ یہ پانچوں اصحاب عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رحم دلی کے چرچے تھے ان کی دلی خواہش ہوتی کہ مرتد پر حد جاری کرنے سے پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر وہ اسلام کی طرف آجائے تو اسے معاف کر دیا جائے چنانچہ جب عمرو بن معدی کرب ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے عمرو کو سخت الفاظ میں ملامت کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

”تم کو شرم نہیں آتی کہ مارا مارا پھرتا ہے اور گرفتاری کی ذلت اٹھاتا ہے۔ اگر دین اسلام کی حمایت کرتا تو اللہ تم کو بلند مرتبہ عطا کرتا“۔

عمرو بن معدی کرب نے ندامت سے سر جھکا لیا اور عرض کیا:

”اے خلیفہء رسولؐ میں توبہ کرتا ہوں، میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور سچے دل سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اسلام سے منہ نہ موڑوں گا آپ مجھے معاف فرمائیں“۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں معاف کر دیا اور وہ سچے مسلمان بن گئے۔

حضرت بلالؓ اپنے مالک امیہ بن خلف کے ہاتھوں اکثر مظالم کا نشانہ بنتے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ آتے جاتے حضرت بلالؓ پر ظلم ہوتے دیکھتے تو افسردہ ہو جاتے اور اکثر سوچتے کہ کس طرح حضرت بلال کو ظالم کے پنجہ سے چھڑایا جائے۔ آخر ایک دن وہ امیہ بن خلف کے گھر گئے اور کہا:۔

”اے امیہ اس بے گناہ اور مجبور پر اتنا ظلم نہ کرو بلکہ اس پر احسان کرو جو آخرت میں تمہارے کام آئے گا“۔

امیہ بن خلف نے تکبر سے جواب دیا:

”میں تمہارے خیالی یومِ آخرت کا قائل نہیں ہوں جو میرے دل میں آئے گا کروں گا“۔

ابوبکر صدیقؓ اس کے اس جواب سے مایوس نہ ہوئے اور نہایت نرمی سے اسے سمجھایا اور کہا:

”تم صاحبِ قوت ہو مگر اس بے بس غلام پر ظلم نہ کرو“۔

حضرت ابوبکر صدیق کی گفتگو سے تنگ آ کر امیہ نے کہا:

”ابن ابی قحافہ تم اس غلام کے ہمدرد ہو تو اسے خرید کیوں نہیں لیتے“

حضرت ابوبکر صدیق نے فوراً فرمایا: ”بولو کیا لو گے“؟

تو امیہ نے کہا ”تم اپنا غلام قسطاس رومی مجھے دے دو اور اسے لے جاؤ“

Marfat.com

قسطاس رومی بڑا کارگزار غلام تھا اور اہلِ مکہ کے نزدیک اس کی قیمت بہت زیادہ تھی۔ امیّہ کا خیال تھا کہ ابوبکر صدیقؓ یہ غلام نہیں دیں گے لیکن حضرت ابوبکر صدیق فوراً بولے "مجھے منظور ہے"۔

امیّہ کو جرأت ہوئی اور بولا، "قسطاس کے ساتھ چالیس اوقیہ چاندی بھی لوں گا"۔

ابوبکر صدیقؓ اس پر بھی رضامند ہو گئے۔ امیّہ نے بزعم خود بڑے نفع کا سودا کیا جب ابوبکر صدیقؓ بلالؓ کو ساتھ لے کر جانے لگے تو وہ ہنس کر کہنے لگا:۔

"ابن ابی قحافہ تمہاری جگہ میں ہوتا تو اس غلام کو درہم کے چھٹے حصے کے عوض بھی نہ خریدتا"۔

ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:۔

"امیّہ تم اس غلام کی قدر و قیمت سے واقف نہیں، مجھ سے پوچھو تو یمن کی بادشاہی بھی اس کی قیمت میں ہیچ ہے"۔

یہ وہی حضرت بلالؓ ہیں جو عشق رسولؐ میں فنا تھے اور جو حضورؐ کے مؤذن بنے۔ وہ اسلام کے سب سے پہلے مؤذن تھے۔ ان کی آواز نہایت دلکش اور بلند تھی۔ اس آواز میں ایسی تاثیر تھی کہ جو سنتا تھا سب کام چھوڑ کر والہانہ نماز کے لئے مسجد کی طرف لپکتا تھا۔

سن ۱۱ ہجری میں جب حضورؐ نے وفات پائی تو حضرت بلالؓ پر غم کا پہاڑ ٹوٹا۔ طبرانی نے عبداللہ بن محمد عمرؓ اور عمارؓ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:۔

"اے خلیفۂ رسول میں نے اپنے آقا کو یہ فرماتے سنا کہ مومنین کے لئے سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے میرا ارادہ ہے کہ اب میں تا حیات جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہوں"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

Marfat.com

"اے بلال تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، اپنی حرمت اور اپنے حقوق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہے میں کمزور ہو گیا ہوں میری وفات قریب ہے اس وقت تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ"۔

چنانچہ حضرت بلالؓ نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور وہ مدینہ منورہ ہی میں رہے۔

حضورؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کو جب خلافت ملی تو فتنہ ارتداد کی آگ سارے عرب میں بھڑک اٹھی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اس فتنہ کا مقابلہ بڑے حوصلے اور ہمت سے کیا اور چند ماہ میں اس کا استیصال کر دیا اور سب سے پہلے عراق عرب کی طرف توجہ کی جہاں حضرت مثنٰی بن حارث شیبانی ایرانیوں سے برسرِ پیکار تھے اور مرکز سے کمک کے خواہاں تھے اس وقت حضرت خالد بن ولید مسیلمہ کذاب کی سرکوبی سے فارغ ہو کر وادیٔ الوبر میں خیمہ زن تھے اور دربارِ خلافت سے مزید احکام کے منتظر تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں حکم بھیجا کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر زیریں عراق پہنچیں اور ابلہ کی سرحد سے یلغار شروع کریں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے خلیفہ الرسولؐ کے حکم کی تعمیل میں فوراً عراق کا رخ کیا لیکن ان کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی کیونکہ ایک تو اس کا بہت سا حصہ جنگِ یمامہ میں کام آچکا تھا دوسرے حضرت ابوبکر صدیق نے انہیں ہدایت کی تھی کہ وہ کسی ایسے شخص کو ان کی اجازت کے بغیر ساتھ نہ لیں جس نے فتنۂ ارتداد میں حصہ لیا ہو اور یہ کہ کسی شخص پر جہاد کے سلسلے میں سختی نہ کی جائے اور صرف ان لوگوں کو فوج میں شامل کیا جائے جو بخوشی عراق جانے پر آمادہ ہوں اس ہدایت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگوں نے پیچھے رہنے کو ترجیح دی کیونکہ وہ کئی ماہ تک لڑتے لڑتے تھک چکے تھے۔

جب حضرت خالد بن ولیدؓ کی دو ہزار مجاہدین پر مشتمل فوج عراق کے لئے روانہ ہوئی تو حضرت خالدؓ بن ولید نے احتیاطاً مزید کمک بھیجنے کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لکھا۔ خط ملنے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صرف حضرت قعقاع بن عمرو کو ان کی مدد

Marfat.com

کے لئے بھیجا۔ لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی اور خلیفۃ الرسولؐ کی خدمت میں عرض کیا:

"آپ خالدؓ کی مدد کے لئے صرف ایک شخص کو روانہ کر رہے ہیں حالانکہ لشکر کا بیشتر حصہ اب ان سے الگ ہو چکا ہے"۔

جواب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا:

"جس فوج میں قعقاع جیسا شخص شامل ہو وہ فوج کبھی شکست نہیں کھا سکتی"۔

مشرکین کے ظلم و ستم کی وجہ سے ۱۳ نبوی کو جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا آغاز ہوا تو دو مہینوں کے اندر دو سو خاندان مکہ مکرمہ سے چوری چھپے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے، حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی ہجرت کرنا چاہتے تھے لیکن حضورؐ نے انہیں روک لیا۔ چند ماہ گزرنے کے بعد ایک دن دوپہر کے وقت حضورؐ حضرت ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لے گئے اور تنہائی میں انہیں بتایا کہ:

"اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم آ گیا ہے تم بھی میرے ساتھ چلو گے"

حضرت ابوبکر صدیقؓ فوراً تیار ہو گئے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ مشرکین سے بچ کر مکہ مکرمہ سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ اسی دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حضورؐ کو اطلاع ملی کہ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے رات کے وقت آپؐ کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

چنانچہ حضورؐ نے رات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سلا کر خود سورۃ یٰسین پڑھتے ہوئے مشرکین کے درمیان سے گزر گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک اونٹ حضورؐ کو پیش کیا اور دوسرے پر خود سوار ہو گئے۔ دونوں خاموشی سے مکہ مکرمہ سے نکلے اور اس مختصر سے قافلہ نے تین چار میل دور پہلا پڑاؤ غارِ ثور میں کیا۔ غار کے اندر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تمام سوراخوں کو اپنی چادر سے بند کر دیا تھا مگر ایک سوراخ رہ گیا جس میں سے ایک سانپ نکل آیا سانپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ڈس لیا۔ شدید درد کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آنسو نکل آئے۔ حضورؐ پاس ہی آرام فرما رہے تھے

Marfat.com

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آنسو حضورؐ کے رخسار پر ٹپکے تو وہ اٹھ گئے اور آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زخم پر لعابِ دہن لگایا جس سے شفا ہو گئی۔

مشرکینِ مکہ حضورؐ کی تلاش میں تھے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت اسماءؓ سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ پوچھ گچھ کے دوران ابوجہل نے غصہ میں آکر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو تھپڑ بھی مارا مگر وہ خاموش رہیں اور حضورؐ کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ مکہ کے سرداروں نے ایک سو اونٹ کے انعام کا اعلان بھی کیا مگر تلاش کے باوجود مشرکین کو ان کا سراغ نہ ملا۔ مشرکین انہیں تلاش کرتے کرتے غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے دہانے پر مکڑی نے جال بن دیا تھا اور پاس ہی کبوتر نے ایک گھونسلا بنا دیا۔ گھونسلے میں انڈے بھی پڑے تھے یہ سب کچھ جب مشرکین نے دیکھا تو انہیں کسی انسان کے غار میں ہونے کا شک نہ ہوا۔ غار کے دہانے پر کھڑے جب دشمنوں کے قدموں کی آواز غار کے اندر تک سنائی دی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ خوف زدہ ہو گئے اور حضورؐ سے کہنے لگے:

"اب کیا ہوگا"

حضورؐ نے فرمایا: "گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

چنانچہ مشرکین ناکام ہو کر چلے گئے اور تلاش ترک کر دی۔

رسولؐ اللہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غارِ ثور میں تین دن اور تین راتیں رہے اس دوران حضرت عبداللہؓ مکہ کی تازہ خبریں پہنچاتے رہے اور حضرت اسماءؓ غارِ ثور میں کھانا پہنچاتی تھیں ان کے غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ بکریاں چراتے تھے اور انہیں دودھ فراہم کرتے اور رات کے وقت حضرت عبداللہؓ اور حضرت اسماءؓ کے پاؤں کے نشانات مٹا کر بکریوں کے ساتھ واپس چلے جاتے تھے۔

رسولؐ اللہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب یہ علم ہوا کہ مشرکین مکہ انہیں تلاش کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور تلاش ترک کر دی ہے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ مطمئن ہو گئے اور اپنی اونٹنیاں منگوائیں۔ حضورؐ نے اونٹنی پر سوار ہونے سے پہلے اس کی قیمت

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ادا کی ایک اونٹنی پر حضور اکرمؐ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سوار ہوئے اور دوسری اونٹنی پر حضرت ابو بکر صدیق کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ اور عبداللہ بن اریقط سوار ہوئے۔ اگرچہ عبداللہ بن اریقط نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن تھا بھروسے کا آدمی اور ان کے ساتھ بطور رہبر جا رہا تھا۔ یہ چھوٹا سا قافلہ منزل کی طرف خاموشی سے رواں دواں تھا۔ وہ مکہ کی حدود سے جلد نکلنا چاہتے تھے لیکن سراقہ بن مالک جو ایک سو اونٹوں کے لالچ میں ان کی تلاش میں تھا، نے اس قافلہ کو دیکھ لیا اور تعاقب کیا مگر جب قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑا۔ سراقہ بن مالک نے دوبارہ گھوڑے پر سوار ہونے کی کوشش کی لیکن گھوڑا ریت میں دھنس گیا یہی کوشش اس نے تیسری بار بھی کی مگر سوار نہ ہو سکا اور خوف زدہ ہو گیا اور اسے احساس ہوا کہ کوئی غیبی طاقت قافلے کی حفاظت کر رہی ہے اسی احساس سے وہ تائب ہوا اور ان کے ساتھ مل گیا۔ یہ مختصر قافلہ پہلے قبا پہنچا وہاں کلثوم بن ہدف کے مکان میں قیام کیا۔ قبا میں ایک مسجد بھی تعمیر کی پھر یثرب کی طرف روانہ ہوئے۔ رسولؐ اللہ جب یثرب تشریف لائے تو لوگو نے یثرب کا نام بدل کر مدینہ منورہ رکھ لیا کیونکہ یثرب کے معنی ہیں "لٹیروں کی نگری"۔ اور جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہائش رکھتے ہوں اس شہر کو "لٹیروں کی نگری" کہنا مناسب نہیں تھا۔

مدینہ منورہ میں حضورؐ حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان میں ٹھہرے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت زید بن خارجہ بن ابی زبیرؓ کے ہاں قیام کیا۔ مہاجرین اور انصار کے درمیان حضورؐ نے بھائی چارہ قائم کرایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت زیدؓ کا آپس میں بھائی چارہ قائم ہوا اور حضرت زیدؓ نے اپنی بیٹی حضرۃ حبیبہؓ کا نکاح حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کر دیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضورؐ کی ۲۳ سالہ رسالت میں ان کا صدق دل سے ساتھ دیا اور کبھی اختلاف نہیں کیا اسی وجہ سے حضورؐ انہیں افضل خیال کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ سے یہ پوچھا گیا کہ:

Marfat.com

''اے رسولؐ اللہ سب لوگوں میں آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے''؟

تو آپؐ نے فرمایا:

''عائشہؓ سے''

پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں سے سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟

تو حضورؐ نے جواب میں کہا:

''حضرت ابوبکرؓ سے''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ:

''حضورؐ کے بعد سب لوگوں میں افضل شخص کون ہے''؟

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا: ''ابوبکرؓ''

حضرت عمر فاروقؓ کے مطابق حضرت ابوبکرؓ صدیق کا مقام بہت بلند تھا ،انہوں نے ایک موقع پر فرمایا:

''ابوبکر صدیقؓ ہمارے سیّد یعنی سردار ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور رسولؐ اللہ کو ہم سب میں سے زیادہ محبوب ہیں۔(رواۃ الترمذی)

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ پھر کسی وقت آنا۔

عورت کہنے لگی اگر میں آئندہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟

جواب میں حضورؐ نے فرمایا:

''تو پھر ابوبکر صدیقؓ کے پاس چلی جانا''۔(صحیح بخاری و مسلم)

اس حدیث سے حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلیفہ ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کے بیٹے حضرت محمد بن حنفیہ نے پوچھا کہ رسولؐ اللہ کے بعد ان کی امت میں سب سے بہتر اور افضل کون ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''ابوبکرؓ''

Marfat.com

پھر حضرت محمد بن حنفیہ نے پوچھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد کون افضل ہے تو جواب ملا کہ حضرت عمر فاروقؓ۔

پھر حضرت محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اس کے بعد آپ ہیں؟

تو جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

" میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسلمانوں کا ایک آدمی ہوں"۔ (بخاری شریف)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ کسی انسان کی نیکیاں آسمان کے ستاروں جتنی ہوں گی؟

حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں عمرؓ کی۔

حضرت عائشہ نے کہا کہ:

" ابوبکرؓ کی نیکیاں کہاں گئیں؟

حضورؐ نے فرمایا:

"عمرؓ کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک تجربہ کار، مدبّر اور معزّز انسان تھے۔ انہیں حکومت کرنے کی خواہش نہیں تھی لیکن چونکہ انہوں نے اپنی زندگی حضورؐ کی صحبت اور خدمت میں گزار دی تھی اور ہر مشکل وقت میں آپ کا ساتھ دیا تھا اس لئے لوگ انہیں حضورؐ کے بعد اہم سمجھتے تھے۔ جب انہیں خلافت کے لئے نامزد کیا گیا تو انہوں نے نہایت دور اندیشی سے حکومت کو سنبھالا۔ وہ تاجر تھے، کپڑے کا کاروبار کرتے تھے لیکن خلافت کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کے مشورہ سے تجارت چھوڑ دی تاکہ وہ پوری توجہ سے حکومت چلاسکیں۔ خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کا تھا انہوں نے اس مسئلہ کو سب سے پہلے حل کرنے کو ترجیح دی۔

نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے خلاف کئی جنگیں ہوئیں جن میں بہت سے

98337

Marfat.com

صحابہء کرام شہید ہوئے جن میں زیادہ تر صحابہؓ حفاظ تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ اگر اسی طرح حفاظِ قرآن شہید ہوتے رہے تو پھر قرآنِ پاک پڑھنے والا یا سنانے والا کوئی نہیں رہے گا لہٰذہ بہتر ہو گا کہ قرآن پاک کی تمام آیات کو یکجا کرنے کا انتظام کیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ مشورہ پسند آیا اور انہوں نے کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابتؓ کو بلا کر حکم دیا کہ تمام آیات کو یکجا کر کے کتابی شکل دی جائے۔

جب حضورؐ پر وحی نازل ہوتی تھی تو حضورؐ نے اسے کسی چمڑے یا کاغذ پر لکھوانا مناسب سمجھا اور جب کوئی سورۃ مکمل ہو جاتی تو اس کا علیحدہ نام موسوم کیا جاتا۔ سورتوں کی ترتیب بمعہ نام حضورؐ کی زندگی ہی میں انجام پا گئی تھی۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے آیات کو کتابی شکل دی اور یہ تدوین کیا ہوا قرآنِ پاک حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات تک اپنے پاس محفوظ رکھا۔ ان کی وفات کے بعد یہ قرآنِ پاک حضرت عمر فاروقؓ کے پاس رہا۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اوّل بنے تو انہوں نے فرمایا:

"لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں مگر میں تم پر فوقیت نہیں رکھتا۔ میں کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا کوئی غلط کام کروں تو میری اصلاح کرنا۔ سچائی امانت داری ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ انشاء اللہ تم میں سے وہ کمزور جس کی داد رسی نہ ہو میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہے۔ اور تم میں سے بڑا زبردست جو ہے اس سے جب تک دوسروں کا حق ادا نہ کرلیا جائے وہ میری نظر میں سب سے زیادہ کمزور ہو گا۔ تم لوگ جہاد سے ہاتھ نہ روکو اس لئے کہ جس قوم نے جہاد سے جی چرایا اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کر دے گا۔ لوگو! جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کا مطیع رہوں تم میری اطاعت کرنا،

Marfat.com

جب اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت لازم نہیں ہے......آؤ نماز ادا کریں۔ اللہ ہم سب پر رحم کرے"۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین میرے پاس آئے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب یہ سنا تو عرض کی کہ:

"حضورؐ! میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ میں بھی اس وقت آپؐ کے ساتھ ہوتا اور اس دروازے کو دیکھتا"۔

تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: "ابوبکر تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میری امت میں سب سے پہلے تم جنت میں داخل ہو گے"۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چار شادیاں کیں۔ ایک زوجہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے انہیں طلاق ہوگئی۔ دوسری شادی حضرت امِ رمان سے مکہ مکرمہ میں ہوئی، یہ مسلمان ہوگئی تھیں، ان کے بطن سے حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کی شادی حضورؐ سے ہوئی اور وہ ام المومنین بنیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تیسری شادی مدینہ منورہ میں حضرت اسماء بنتِ عمیسؓ سے ہوئی، حضرت اسماء حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوہ تھیں جو جنگِ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی چوتھی شادی ہجرت کے فوراً بعد حضرت خارجہ بن زید انصاریؓ کی صاحبزادی حضرت حبیبہ سے ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خاندان کے ہر فرد نے تبلیغ اسلام میں بھرپور حصہ لیا اور سب افراد نے ہر قسم کی قربانیاں دیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کے ساتھ کئی جنگوں میں حصہ لیا اور بہت کامیابیاں حاصل کیں۔ انہوں نے جھوٹے مدعیانِ نبوت اور مرتدین کا خاتمہ کر دیا۔ مہمات سے فارغ ہو کر حکومت کے دیگر مسائل اور تبلیغِ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور ارتداد کا قصہ ہمیشہ کے لئے پاک کر کے دینِ اسلام کو استحکام بخشا۔ وہ عالم حدیث بھی

Marfat.com

تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ایک سو بیالیس احادیث مروی ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کو ہوا تھا اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ان کا انتقال بھی دوشنبہ کے دن ہو ان کی یہ خواہش پوری ہوئی اور وہ ۲۲ جمادی الثانی سن ۱۳ ہجری بروز دوشنبہ پندرہ دن کی علالت کے بعد مغرب اور عشاء کے درمیان تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ ان کی زوجہ حضرت اسماء بنتِ عمیسؓ نے ان کو غسل دیا۔ غسل کے دوران حضرت عبدالرحمٰن ابی بکرؓ نے ان کی مدد کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروقؓ نے پڑھائی اور حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے انہیں قبر میں اتارا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ رسولؐ اللہ کی آخری آرام گاہ کے قریب ترین اس طرح سے دفن ہوئے کہ ان کا سر رسولؐ اللہ کے شانہ کے برابر تھا۔

اے پیکرِ رنگِ بہار تو نبیؐ پہ تھا نثار
اوصاف تیرے بیشمار عجب ترے لیل و نہار

تو عتیق تھا، صدیق تھا، نبیؐ کا تو رفیق تھا
تری وفا کی دھوم ہے اے نبیؐ کے یارِ غار

تو آسودہء خاک ہے قریں شہِ لولاک کے
حسیں ترین ہے آج بھی یار کا قرب و جوار

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں قریش خاندان کے قبیلہ عدی میں ہجرتِ نبوی سے چالیس سال قبل اور سال فیل سے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام خطاب بن نفیل اور والدہ کا نام ختمہ بنت ہاشم بن مغیرہ ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا شجرہ نسب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھویں پشت میں عدی کے بھائی مرہ سے ملتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی کنیت ''ابو حفص'' ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ بلند قد و قامت کے سرخ و سفید اور مضبوط انسان تھے۔ وہ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ ان کا پیشہ تجارت تھا۔ اعلانِ نبوت کے وقت ان کی عمر تقریباً ۲۶، ۲۷ سال تھی۔ انہیں اپنا آبائی دین اور پرانی رسوم پسند تھیں۔ وہ کسی نئے دین کو پسند نہیں کرتے تھے، وہ مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر مذہب اسلام سے مخالفت کرتے تھے، مسلمان انہیں اچھے نہیں لگتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے۔

ربِ کریم جب کسی کو نوازتا ہے تو اس کے لئے خوبصورت اسباب پیدا کرتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے قبولِ اسلام کا سبب اللہ تعالیٰ نے اچانک پیدا کیا۔ ہوا یوں کہ ابو جہل جو مشرکینِ مکہ کا سردار تھا اور مالدار بھی تھا، نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد کو قتل کرے میں اس کو ایک سو اونٹنیاں اور ایک ہزار اوقیہ چاندی انعام کے طور پر دوں گا۔ عمرؓ نے ابو جہل سے پوچھا کہ تمہارا یہ اعلان سچا ہے؟ تو ابو جہل نے کہا کہ ہاں سچا ہے میں یہ شرط فوراً پوری کروں گا۔ یہ سنتے ہی عمرؓ نے اپنی تلوار اٹھائی اور رسولؐ اللہ کو قتل کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں عمرؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ تم کس ارادہ سے کہاں

Marfat.com

جارہے ہو تو عمرؓ نے بتایا کہ...... "محمدؐ کو قتل کرنے جارہا ہوں"......تو اس شخص نے کہا کہ تم ان کے کنبہ بنی ہاشم سے ڈرتے نہیں ہو؟ عمرؓ نے جواب میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی اپنا اصل دین چھوڑ کر محمدؐ کا دین قبول کرلیا ہے۔تو اس شخص نے کہا کہ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید نے بھی اسلام قبول کرلیا ہے؟ یہ سن کر عمرؓ فوراً اپنی بہن کے گھر پہنچے۔اس وقت ان کی بہن فاطمہ سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کر رہی تھیں۔

عمر نے دروازے پر کھڑے ہو کر سنا اور دروازہ کھلوا کر پوچھا کہ......"تم کیا پڑھ رہی تھیں"......؟ جواب میں بہن نے کہا کہ ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ میں قرآنِ پاک کی آیات پڑھ رہی تھی۔تو عمرؓ نے کہا مجھے بھی پڑھ کر سناؤ۔بہن نے سورۃ طٰہٰ پڑھنا شروع کی جب یہ آیت اللّٰہ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ ھُو لہ الْاَ سْمَاء الحُسْنٰی پڑھی تو عمر کے دل کی دنیا بدل گئی فوراً بول اٹھے کہ بیشک صرف اور صرف اللہ عبادت کے لائق ہے ۔ یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بے قرار ہو گئے ۔اسی دوران خیاب بن الارت ان کے پاس آئے اور حضرت عمر فاروقؓ کو بتایا کہ رسولؐ اللہ آج رات دعا کرتے رہے کہ:

"اے اللہ عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما"۔

اور میرا خیال ہے کہ حضورؐ کی دعا آپ کے حق میں قبول ہو گئی ۔اس کے بعد اگلے دن صبح کے وقت حضرت عمر فاروقؓ نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور کہا کہ اب ہم بتوں کی پرستش نہیں کریں گے بلکہ خانہ کعبہ کے صحن میں اللہ کی عبادت اعلانیہ کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا......فتح الباری میں ابن شیبہ اور طبرانی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ:

"خدا کی قسم عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے ہماری طاقت نہ تھی کہ ہم بیت اللہ کے قریب میں اعلانیہ نماز پڑھ سکتے"۔

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہؓ کو جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتقال کی اطلاع بذریعہ خط ملی تو قاصد کے سامنے حضرت معاذؓ کو بلا بھیجا۔ انہوں نے ابوبکر صدیقؓ کی وفات کی خبر سنی تو قاصد سے پوچھا کہ:

''ابوبکر صدیقؓ پر اللہ کی رحمت ہو ان کے بعد مسلمانوں نے کیا فیصلہ کیا''؟

قاصد نے کہا:

''ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا ہے اور سب نے ان کی بیعت کر لی ہے''۔

یہ سن کر حضرت معاذؓ کے چہرے پر بشاشت پھیل گئی اور انہوں نے فرمایا:

''الحمد اللہ مسلمانوں نے بہت اچھا کیا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ بیعت کر لی''۔

حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت ۲۴ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو شروع ہوا تو وہ سب سے پہلے ان مہمات کی طرف متوجہ ہوئے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں شروع ہوئی تھیں اور نامکمل رہ گئی تھیں۔ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں عام لوگوں کی بھلائی اور آرام و آسائش کے لئے بڑے بڑے کام کئے۔ مثلاً ۱۸ ہجری میں دریائے نیل اور بحیرہ قلزم کے درمیان ۹۹ میل لمبی نہر کھدوائی جس سے مصری جہاز جدہ تک آمد و رفت کرنے لگے۔ یہ نہر ۸۰ سال تک قائم رہی بعد میں اس میں ریت بھر گئی۔ اس نہر کا نام ''نہر امیر المومنین'' تھا۔ اس کے علاوہ حضرت عمر فاروقؓ نے نہر ابوموسیٰ، نہر معقل اور نہر سعد یہ تین نہریں بھی کھدوائیں۔ تمام ملک میں مسافر خانے، سڑکیں اور پل تعمیر کروائے۔ صوبوں کے صدر مقامات پر بیت المال بنوائے اور محکمہ انصاف قائم کر کے اس میں قاضی مقرر کئے۔ انہوں نے قرآن و سنت کی تعلیم کے لئے تعلیمی ادارے بنوائے۔ ان کے دورِ خلافت میں اقلیتوں کو مذہبی آزادی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور میں چار ہزار سے زائد مساجد تعمیر کروائیں۔ انہوں نے حرم شریف کی چار دیواری تعمیر کروائی تاکہ مکہ مکرمہ کی شہری آبادی کو الگ رکھا

Marfat.com

جا سکے۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے قریب مکانات خرید کر مسجدِ نبوی کی توسیع کروائی۔ ۱۴ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے حضرت عتبہ بن غزوانؓ نے بصرہ شہر کی بنیاد رکھی یہ شہر اس وقت دریائے دجلہ سے دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ ۱۷ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ کے حکم پر حضرت سعد بن ابی وقاص نے کوفہ شہر کی بنیاد رکھی۔ یہ شہر اس وقت دریائے فرات سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ ۲۱ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے حضرت عمر بن العاصؓ نے قصر الشمع کے مقام پر قسطاط کی بنیاد رکھی۔ حضرت ہرثمہ بن عرفجہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایت پر موصل شہر آباد کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے پہلی مرتبہ تمام صوبوں میں مردم شماری کروائی اور پہلی مرتبہ اسلامی سکہ رائج کیا۔ وہ اپنی رعایا کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بیواؤں اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے اور ان کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ ان کے دورِ خلافت میں امیر، غریب، مسلم اور غیر مسلم اپنے پرائے سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا جاتا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے مجلس شوریٰ قائم کی تھی۔ وہ کوئی کام مجلس شوریٰ کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ اس مجلس شوریٰ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت شامل تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے تمام مفتوحہ ممالک کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان صوبوں کے نام مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر اور فلسطین تھے اور مشرق میں خراسان، آذربائیجان اور فارس کے تین صوبے بھی تھے۔ صوبوں میں گورنر مقرر کئے ہوئے تھے جن کا باقاعدہ محاسبہ کیا جاتا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نہایت پرہیز گار انسان تھے ان کی زندگی نہایت سادہ تھی ان کے لباس کو پیوند لگے ہوتے تھے سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پیروں میں پھٹے ہوئے

Marfat.com

جوتے ہوتے تھے۔ وہ اسی سادہ لباس میں سفیروں سے ملاقات کیا کرتے تھے ان کی خوراک بھی بہت سادہ تھی۔ اپنے گھر کے خرچہ کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم یومیہ لیتے تھے۔ وہ عبادت کے لئے رات کو جاگتے۔ نماز کے دوران ان پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ ان کے دروازے پر کوئی دربان نہیں تھا۔ وہ نہ صرف نڈر خلیفہ، ایک نامور فاتح تھے بلکہ ایک عظیم فقیہہ و محدث بھی تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت کے وقت بے شمار مالِ غنیمت جمع ہوا تھا وہ چاہتے تو عمدہ لباس، خوراک اور آرام و آسائش کے ساتھ زندگی گزار سکتے تھے لیکن وہ نہایت سادگی سے زندگی گزارنا پسند کرتے تھے۔ وہ حسنِ اخلاق، زہد و تقویٰ اور سادگی کا نمونہ تھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ اللہ سے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے لایا جاتا ہے۔ وہ سب لوگ کرتے پہنے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ کے کرتے ایسے ہیں جو صرف سینے تک ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے کرتے سینے کے کچھ نیچے تک ہیں۔ جب عمرؓ بن خطاب میرے سامنے لائے گئے تو ان کا کرتہ اتنا لمبا تھا کہ زمین تک پہنچتا تھا اور وہ اس کو زمین پر گھسیٹ کر چلتے تھے۔ بعض صحابہ نے اس کی تعبیر پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "دین"۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت کا اندازہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے"

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ اللہ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے پہلی امتوں میں محدّث تھے۔ اگر میری امت میں کوئی محدّث ہے تو وہ عمرؓ ہے"۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ نے زمانہ جہالت کی فرسودہ رسوم کو ختم کیا۔ مصر میں پرانے زمانے سے ایک رسم چلی آرہی تھی کہ دریائے نیل میں ایک جوان لڑکی کو پھینک کر قربانی دی جاتی تھی جس سے دریا میں طغیانی آجاتی اور زمینیں سیراب ہو جاتی تھیں۔ مصر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو اس رسم کو ختم کر دیا گیا اور ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک رقعہ لکھ کر دریائے نیل میں پھینک دیا کہ

"اللہ کے حکم سے طغیانی آجائے"۔

رقعہ ڈالتے ہی طغیانی آ گئی اور زمینیں سیراب ہو گئیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضورؐ سے کہا:

"یارسولؐ اللہ! آپ کی خدمت میں ہر قسم کے لوگ حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ کاش آپ اپنی بیبیوں کو پردے کا حکم دے دیں"۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجاب کی آیات نازل ہوئیں۔

ایک دفعہ حضورؐ نے تمام ازدواج مطہراتؓ سے ایک ماہ کی علیحدگی اختیار کر لی تو کسی نے یہ افواہ اڑادی کہ حضورؐ نے تمام امہات المومنین کو طلاق دے دی ہے۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے حضورؐ کے پاس خود جا کر تحقیق کی اور حضورؐ نے اس افواہ کی تردید کی۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ مسجد میں گئے اور اعلان کر کے سب کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ پھر ازدواج مطہرات کو جا کر فرداً فرداً نصیحت بھی کی۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ مجھے کچھ عطا فرماتے تو میں عرض کرتا کہ:

"کسی ایسے شخص کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو"۔

جواب میں آپؐ نے فرمایا:

"لے لو اور خیرات کر دو۔ جو مال تمہارے مانگے بغیر اور لالچ کئے بغیر تمہیں

Marfat.com

مل جائے وہ لے لیا کرو اور جو نہ ملے اس کے پیچھے اپنے نفس کو نہ ڈالو"۔ (مسلم)

ایک دفعہ رسولؐ اللہ نے ایک غلام بنام مدلج بن عمرو کو حضرت عمر فاروقؓ کو بلانے کے لئے بھیجا اس وقت حضرت عمر فاروقؓ اپنے گھر میں بے تکلفی سے تشریف رکھتے تھے۔ جب مدلج بن عمرو ان کے گھر پہنچا تو سیدھا اندر چلا گیا۔ اس کا اچانک اس طرح گھر کے اندر آنا حضرت عمر فاروقؓ کو اچھا نہ لگا اور ان کے دل میں خیال آیا کہ کاش لوگوں کو اجازت لے کر مکان کے اندر داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر سورۃ نور کی آیت نازل ہوئی۔

زمانہء جاہلیت میں عورتیں مرنے والوں پر نوحہ کرتے ہوئے واویلا کرتی تھیں، اپنے کپڑے پھاڑتی تھیں، بال نوچتی تھی، پیٹتی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضورؐ کے کہنے پر انہیں نوحہ کرنے سے منع کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے زمانہء جاہلیت میں ایک نذر مانی تھی کہ وہ ایک رات مسجدِ حرام میں طواف کریں گے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے حضورؐ سے اس بارے میں فتویٰ پوچھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اپنی نذر پوری کرو" یعنی ایسا کرنا مستحب ہے۔

حضورؐ نے حضرت عمر فاروقؓ سے ایک دفعہ فرمایا:

"اے خطاب کے بیٹے! قسم ہے اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تمہیں شیطان دیکھتا ہے تو اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلتا ہے"۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"تم سے پہلے لوگ جو گزر چکے ہیں ان کو الہام ہوتا تھا۔ میری امت میں کوئی ایسا شخص ہو تو وہ عمرؓ ہوگا"۔

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ تین چیزیں تیرے بھائی کو مخلص بنا دیں گی:

۱۔ ملاقات کے وقت اسے سلام کرنا

۲۔ مجلس میں خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرنا

۳۔ اس کو عزت کے ساتھ اس کے محبوب نام سے بلانا

اس کے برعکس تین چیزوں کا اثر الٹا ہوگا:

۱۔ ترش روئی سے بات کرنا

۲۔ لوگوں کے راز جاننے کی کوشش کرنا

۳۔ دوستوں کو اذیت پہنچانا

حضرت عمر فاروقؓ کے پاس ایک دفعہ یہ فتویٰ آیا کہ:

"وہ بہتر ہے جسے رغبتِ گناہ بھی نہ ہو اور وہ گناہ بھی نہ کرے یا وہ بہتر ہے جسے رغبت تو ہو مگر وہ پھر بھی گناہ پر عمل نہ کرے"۔

جواب میں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ:

"وہ لوگ بہتر ہیں جو باوجود رغبتِ گناہ زہد پر عمل کرتے ہیں اور گناہ نہیں کرتے"۔

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی آزمائش میں رکھا ہے اور اجر و ثواب اور بخشش انہی کے لئے ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ:

۱۔ سوال سے پہلے سلام ہے۔ جو شخص سلام سے پہلے سوال کرے اسے جواب نہ دو۔

۲۔ جس شخص نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔

Marfat.com

۳۔ جو شخص چالیس راتیں نماز مسجد میں اس طرح پڑھے کہ عشاء کی تکبیر اولی فوت نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دے گا۔

۴۔ جب تو مریض کے پاس جائے تو اس سے کہہ کہ تیرے لئے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا دعائے ملائکہ کی مانند ہے۔

۵۔ اگر مریض طلاق دے تو عورت جب تک عدت میں ہے شوہر کی وارث ہے اور وہ اس کا وارث نہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کو چونکہ سادہ زندگی پسند تھی اس لئے وہ ایسا مشورہ بھی پسند نہیں کرتے تھے جو انہیں سادگی سے ہٹا کر عیش و عشرت کی طرف لے جائے۔ جب وہ خلیفہء دوم بنائے گئے تو ان کے لئے بیت المال سے اوسطاً وظیفہ مقرر کیا گیا جس سے ان کی گزر اوقات مشکل سے ہوتی تھی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت عمر فاروقؓ کا وظیفہ زیادہ کرنے کا سوچا لیکن انہیں ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اس بارے میں حضرت عمر فاروقؓ سے بات کریں چنانچہ یہ سب حضرات مل کر حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ وظیفہ کے بارے میں ان کی یہ رائے حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچا ئیں۔ حضرت حفصہؓ کی زبانی یہ رائے حضرت عمر فاروق نے سنی تو انہیں بہت برا محسوس ہوا اور کہا کہ:

”اگر ان لوگوں کے نام کا مجھے علم ہو جاتا تو میں ان کی شکلیں بگاڑ دیتا“۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں جب کسی مجرم کا جرم ثابت ہو جاتا تو وہ سزا سے نہ بچ سکتا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے کسی خاتون کے بارے میں کہا کہ ”میرا اس خاتون سے ناجائز تعلق ہے“۔ خاتون کو پتا چلا تو اس نے حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی اور اس شکایت پر اس شخص سے پوچھا گیا کہ ”کیا تم نے ایسا کہا ہے“؟ اس شخص نے اقرار کر لیا تو اسے ایک سو کوڑے مارے گئے۔ سزا ملنے کے بعد اس شخص نے

Marfat.com

کہا کہ "خاتون نے مجھ پر ڈورے ڈالے تھے اور الٹا مجھے سزا ہو گئی"۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب یہ سنا تو اس خاتون کو بلوایا اور پوچھا تو خاتون نے جواب میں کہا کہ "یہ جھوٹ بولتا ہے اور تہمت لگاتا ہے"۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس شخص کو الزام ثابت نہ کر سکنے کی وجہ سے اسی (۸۰) کوڑے مزید لگوائے۔

حضرت عمر فاروقؓ اپنی رعایا کی تکالیف کو دور کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے وہ رات کو گشت لگاتے تھے اور عوام کے حالات معلوم کرتے تھے۔ جب کسی کو مصیبت میں دیکھتے تو فوراً اس کی مشکلات کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کرتے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ کے نزدیک وہ حضرت اسلمؓ کے ساتھ حرہ کی طرف جا رہے تھے کہ ایک جگہ انہیں آگ کی روشنی دکھائی دی۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ایک خاتون اور اس کے بھوکے بچے رو رہے ہیں اور چولہے پر ایک دیگچی رکھی ہوئی ہے دیگچی میں صرف پانی تھا۔ پوچھا تو خاتون نے بتایا کہ بھوکے بچوں کو بہلانے کے لئے دیگچی میں صرف پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دی ہے اور کھانے پینے کی کوئی چیز تو ہے نہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ یہ دیکھ کر فوراً لوٹے اور ایک تھیلے میں بیت المال سے آٹا، کھجوریں، کپڑے اور کچھ درہم لئے اور اپنی کمر پر لاد کر لائے اور خاتون کو دئے۔ خاتون نے کچھ آٹا اور کھجوریں لے کر دیگچی میں حریرہ بنانا شروع کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ ہاتھ بٹاتے ہوئے چولہے میں پھونکیں مارتے رہے۔ حریرہ تیار ہوا تو سب نے مل کر کھایا اور خاتون نے دعا دیتے ہوئے کہا: "کاش عمرؓ کی بجائے تم خلیفہ ہوتے"۔

ایک دفعہ گشت کے دوران ایک رات حضرت عمر فاروقؓ نے دیکھا کہ ایک جگہ ایک خیمہ لگا ہوا ہے۔ خیمے کے باہر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور خیمہ کے اندر سے کراہنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ پوچھنے پر اس شخص نے حضرت عمر فاروقؓ کو بتایا کہ وہ ایک مسافر ہے اور خیمہ کے اندر اس کی بیوی ہے جسے دردزہ ہو رہا ہے۔ مدد کے لئے

Marfat.com

کوئی دوسری عورت ساتھ نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروق یہ سن کر فوراً اپنے گھر گئے اور اپنی زوجہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کو اور کچھ کھانے پینے کی اشیاء لے کر خیمہ کی طرف واپس آئے۔ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ خیمہ کے اندر چلی گئیں اور حضرت عمر فاروقؓ باہر اس شخص کے پاس بیٹھ گئے۔ جب ولادت ہو گئی تو حضرت ام کلثوم نے حضرت عمر فاروقؓ کو آواز دے کر کہا:

''اے امیر المومنین! آپ اپنے دوست کو بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائیں''
وہ شخص ''امیر المومنین'' کا لفظ سن کر چونکا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اسے کہا'' گھبراؤ نہیں''

جو کھانا حضرت ام کلثومؓ اپنے ساتھ لائی تھیں اس میں سے کچھ کھانا اس خاتون کو کھلایا اور کچھ باہر اس شخص کے لئے دے دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر حضرت عمر فاروقؓ نے اس شخص سے کہا کہ اگلے دن وہ میرے پاس آئے جو آپ کا کام ہوگا کر دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر حضرت عمر فاروق اور حضرتؓ ام کلثومؓ واپس اپنے گھر آ گئے۔

حضرت ابوبکر کا دورِ خلافت چونکہ مختصر تھا اس لئے وہ اتنی اصلاحات نہ کر سکے جتنی حضرت عمر فاروقؓ نے کیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے ساڑھے دس سالہ دورِ خلافت کو سنہری دور سمجھا جاتا ہے۔ انہیں اپنی ملت کا بہت خیال تھا اور عوام بھی انؓ پر پورا بھروسہ کرتے تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ میں بہت نرمی آ گئی تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے فرمایا:

''خلافت کے لئے ایسی شدت کی ضرورت ہے جس میں جبر نہ ہو اور ایسی نرمی کی ضرورت ہے جس میں سستی نہ ہو''۔ (بحوالہ تاریخ الخلفاء سیوطی)

حضرت عمر فاروقؓ نے سات شادیاں کیں۔ ان کی پہلی زوجہ کا نام حضرت زینب بنت مظعونؓ ہے جو حضرت عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کے بطن سے

Marfat.com

حضرت عبداللہؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت سیّدہ حفصہؓ پیدا ہوئے۔ حضرت زینب مظعون مسلمان ہوگئی تھیں ان کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔ ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ ام المومنین بنیں ۔ حضرت عبداللہ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کی دوسری زوجہ محترمہ کا نام امِ کلثوم بنت جرول ہے۔ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس لئے اسے طلاق ہوگئی تھی۔ ان کے بطن سے عبیداللہؓ اور زید اصغرؓ پیدا ہوئے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی تیسری بیوی کا نام قریبتہ بنت ابی امیہ مخزومی ہے جو حضرت ام سلمہؓ کی ہمشیرہ تھیں اور اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اسے بھی طلاق ہوگئی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی چوتھی بیوی کا نام جمیلہ بنت ثابت بن ابی الافلح ہے۔ یہ قبیلہ اوس سے تھیں ان کے بطن سے ایک مشہور عالمِ دین پیدا ہوئے جن کا نام عاصم ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی پانچویں بیوی کا نام عاتکہ بنت زید ہے جو حضرت سعید بن زیدؓ کی ہمشیرہ تھیں ان کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ سے ہوا تھا لیکن بعد میں انہیں طلاق ہوگئی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی چھٹی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے چالیس ہزار درہم کے عوض ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے زید اکبرؓ اور رقیہ پیدا ہوئے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی ساتویں بیوی کا نام ام حکیم بنت ہشام بن مغیرہ مخزومی ہے۔ ان کے بطن سے فاطمہ پیدا ہوئیں۔

چند احادیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کو ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔ حضورؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

”میں نے خواب میں بہشت دیکھی۔ اس میں ایک محل تھا۔ میں نے پوچھا یہ

Marfat.com

محل کس کا ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا "عمر بن خطاب کا"۔

حضورؐ نے فرمایا: میں نے اندر سے دیکھنا چاہا مگر عمرؓ! تمہاری غیرت مجھے یاد آ گئی۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ رونے لگے اور کہا:

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، بھلا میں آپؐ پر غیرت کروں گا"۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"ابوبکرؓ و عمرؓ ادھیڑ عمر والے اولین و آخرین میں سے تمام جنتیوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء و مرسلین کے۔ (جامع ترمذی)

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ہی ایران فتح ہوا تھا ایران کے جو مجوسی جنگی قیدیوں کی حیثیت سے گرفتار کر کے لائے گئے تھے انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا تا کہ ان کو غلام بنا کر ان سے کام لیں اور ان کی کفالت بھی کریں۔ ایران سے آئے ہوئے ان جنگی قیدیوں میں ایک بد بخت فیروز ابولولو نامی مجوسی تھا جسے مشہور صحابی مغیرہ بن شعبہ کے حوالے کیا گیا۔ یہی وہ بد بخت شخص تھا جس نے حضرت عمر فاروقؓ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے شہادت نصیب فرما اور میری موت مدینہ میں ہو۔ ان کی دعا قبول ہوئی۔ شہادت کا واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ غلام فیروز لولو نے حضرت عمر فاروقؓ کو قتل کرنے کے لئے ایک خنجر تیار کیا اور رات کے وقت مسجد کے محراب میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ فجر کی نماز بہت سویرے شروع کیا کرتے اور بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ غالباً ذی الحجہ کی ستائیسویں تاریخ کو جب حضرت عمر فاروقؓ نمازِ فجر کے لئے تشریف لائے تو فیروز ابولولو پہلے سے محراب کے اندر چھپا بیٹھا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا شروع کی۔ ابھی تکبیرِ تحریمہ ہی کہی تھی کہ فیروز ابولولو نے آپ کے شکم مبارک پر کاری وار

Marfat.com

کیے۔ حضرت عمر فاروقؓ بے ہوش ہو گئے ۔ فیروز ابولولو نے بھاگ کر نکلنا چاہا اسی دورا ن تیرہ صحابہ کرام کو زخمی کیا جن میں سے سات شہید ہو گئے ۔ فیروز ابولولو کو پکڑ لیا گیا لیکن اس نے اپنے خنجر سے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر فاروق کو زخمی حالت میں گھر لے آئے۔ سب سے پہلے انہوں نے نماز ادا کی پھر یہ پوچھا کہ میرا قاتل کون ہے؟ تو بتایا کہ ابولولو مجوسی۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ شکر ہے کہ میری دعا قبول ہوئی اور میں ایک کافر کے ہاتھوں شہید ہو رہا ہوں۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ کے پاس جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں اپنے دونوں ساتھیوں یعنی حضورؐ اور ابوبکر صدیقؓ کے بہت قریب دفن کیا جاؤں ۔ اگر آپؓ اس پر راضی نہ ہوں تو پھر جنت البقیع میرے لئے بہتر ہے۔

پیغام ملنے پر ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

”وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن اب میں ان کو ترجیح دیتی ہوں“۔

جب حضرت عبداللہ نے حضرت عمر فاروقؓ کو یہ خبر سنائی تو انہوں نے فرمایا:

”اللہ کا شکر ہے کہ میری یہ خواہش پوری ہوئی“۔

حضرت عمر فاروقؓ جب زخمی حالت میں تھے تو جانشینی کا مسئلہ کھڑا ہو گیا تھا چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی ملت کو ۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۲۔ حضرت عثمان بن عفانؓ ۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ۵۔ حضرت زبیر بن العوام ۶۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ ان چھ کے نام بتائے اور سختی سے وصیت کی کہ تین دن کے اندر اندر ان چھ میں سے کسی ایک کا انتخاب کر کے اسے خلافت سونپ دیں اور اگر کوئی مخالفت کرے تو اسے سخت سزا دی جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے بارے میں فرمایا کہ انہیں بطور مشیر چنا جائے مگر وہ خلافت کے امیدوار نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم یکم محرم ۲۴ ہجری بروز یکشنبہ کو وفات پا گئے۔ ان کی نمازِ جنازہ حضرت صہیبؓ نے پڑھائی اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی اجازت سے ان کے حجرے میں دفن کیا۔ ان کے جسد کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عثمانِ غنیؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے قبر میں اتارا۔ ان کی آخری آرامگاہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں ہے۔ انتقال کے وقت حضرت عمر فاروقؓ کی عمر تریسٹھ سال تھی وہ دس سال پانچ ماہ اور اکیس دن خلیفہ رہے۔

اے عمرؓ ابنِ خطاب تھا تو مثلِ آفتاب
جلال تیرا بے حساب خو تری تھی لاجواب

تھی ہمت تری شاہ باز سی بیگماں تو تھا جری
کر گئی حیراں تری دبدبے کی آب و تاب

ستم گراں پہ تو گراں، ستم زدوں پہ مہرباں
تری زندگانی کہکشاں، روپ تیرا مہتاب

Marfat.com

حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفانؓ مکہ مکرمہ کے قریب شہر طائف میں ۵۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عفان بن العاص اور والدہ کا نام اروٰی بنت کریز تھا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کی نانی حضورؐ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ ان کا سلسلہءنسب پانچویں پشت میں عبد مناف بن قصیٰ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان کے پردادا کا نام امیہ بن عبد شمس تھا اسی نسبت سے بنو امیہ کو شہرت حاصل تھی۔ بنو امیہ ایک ممتاز قبیلہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کے پردادا بہت مشہور و معروف تھے۔ ان کی نسل سے خلفائے امیہ کا سلسلہ چلا حضرت عثمان چونکہ بہت مالدار تھے اور فیاض بھی تھے اس لئے ان کے نام کے ساتھ لفظ ''غنی'' استعمال ہونے لگا۔ چونکہ حضرت عثمان غنیؓ کی والدہ اروٰی حضورؐ کی حقیقی پھوپھی بیضا کی بیٹی تھیں اس لئے حضرت عثمان غنیؓ کو رسولؐ اللہ سے قریبی نسبت تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ نے پڑھنا لکھنا سیکھا ہوا تھا۔ انہیں تجارت میں مہارت حاصل تھی وہ تجارت کے سلسلے میں دوسرے ممالک بھی جایا کرتے۔ مکہ مکرمہ میں ان کا شمار مالدار لوگوں میں ہوتا تھا۔ وہ نیک چلن ہونے کی وجہ سے بھی تمام قبائل میں نہایت معزز اور مقبول تھے۔ وہ گندمی رنگ کے خوب رو انسان تھے۔ ان کا قد درمیانہ تھا۔ چہرے پر چیچک کے ہلکے ہلکے داغ تھے۔ ناک خم دار بلند خوبصورت تھی ان کی داڑھی لمبی اور گھنی تھی سر کے بال بھی لمبے اور گھنے تھے ان کی شباہت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی۔

Marfat.com

حضرت عثمان غنیؓ ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے حضرت محمد مصطفیٰؐ کی بعثت کے بارے میں ذکر کیا اور فرمایا کہ آئیں حضورؐ کے دولت کدہ چلتے ہیں۔ ابھی یہ کہا ہی تھا کہ رسول پاکؐ خود تشریف لے آئے اور حضرت عثمان غنیؓ کو فرمایا:

''عثمان! اللہ کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ میں تمہارے لئے اور اللہ کی تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کی عمر ۳۴ سال اور حضورؐ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے چچا حکم بن العاص کو جب پتہ چلا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو مشتعل ہو کر حضرت عثمان غنیؓ کو مارا پیٹا اور رسیوں میں باندھ کر قید کر دیا مگر اس سختی کے باوجود حضرت عثمان غنیؓ نے مذہب اسلام کو نہ چھوڑا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی علالت کے دوران ہی چھ صحابہؓ کے نام خلافت کے لئے چن کر دے دئے تھے اور وصیت فرمائی تھی کہ ان میں سے ایک خلیفہ میرے انتقال کے بعد تین دن کے اندر منتخب کر لیا جائے۔ اگر کوئی ان کے فیصلہ سے سرکشی کرے تو اسے ہلاک کر دیا جائے۔ جن صحابہؓ کو خلافت کے لئے چنا گیا ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
۲۔ حضرت عثمان غنیؓ
۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ
۴۔ حضرت سعد بن وقاصؓ
۵۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ
۶۔ حضرت زبیر بن العوامؓ

یہ سب صحابہ کرامؓ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ اس وقت عشرہ مبشرہ کے سات

Marfat.com

صحابہ کرامؓ زندہ تھے۔ ساتویں صحابہ حضرت سعید بن زیدؓ تھے جنہیں خلافت کے امیدواروں میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔

مذکورہ بالا چھ صحابہؓ اکٹھے حضرت مسور بن مخزمہؓ کے پاس گئے۔ خلافت کے سلسلے میں بحث ہوئی لیکن دو دن تک کوئی بھی خلیفہ کے منصب کے لئے منتخب نہ ہو سکا چنانچہ فیصلے کو آسان بنانے کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ امیدواری سے دستبردار ہو گئے۔ حضرت طلحہؓ امیدوار تھے لیکن وہ مدینہ منورہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اب تیسرا اور آخری دن تھا اور دو امیدواروں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمان غنیؓ کے درمیان مقابلہ تھا۔ مجلس میں فیصلہ کرنے کے لئے متفقہ طور پر تمام اختیارات حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دے دیئے گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا کہ اگر انہیں خلیفہ بنا لیا جائے تو کیا وہ قرآن و حدیث کی پیروی کرتے ہوئے پہلے دونوں خلفاء کی طرح خلافت چلائیں گے؟ جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ وہ قرآن و سنت کی پیروی کرتے ہوئے خلافت تو چلائیں گے مگر پہلے دو خلیفوں کے نقشِ قدم پر چلنے کے پابند نہیں ہوں گے۔

پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہی سوال حضرت عثمان غنیؓ سے پوچھا تو حضرت عثمان غنیؓ نے یہ شرط قبول کر لی۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مسجد میں جا کر حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ سب صحابہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ کسی نے اس فیصلہ کی مخالفت نہیں کی۔ حضرت طلحہؓ جب مدینہ منورہ واپس آئے تو انہیں بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ۴ محرم ۲۴ ہجری پیر کے دن حضرت عثمان غنیؓ کو خلافت باقاعدہ طور پر مل گئی۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں بہت سے کنویں، مسجدیں اور مسافر خانے بنوائے۔ مسجد نبوی میں توسیع کروا کر اسے ۲۰ گز لمبی اور ۳۰ گز چوڑی کروائی۔ ۲۶ ہجری میں مکہ مکرمہ کی پرانی بندرگاہ شیبہ کو جدہ منتقل کروایا۔ انہوں نے محکمہ

Marfat.com

پولیس کی بھی بنیاد رکھی۔

مدینہ میں مسلمانوں کو پینے کے پانی کی کمی تھی۔ وہاں صرف ایک کنواں ایسا تھا جس کا پانی پینے کے قابل تھا مگر یہ کنواں یہودیوں کی ملکیت تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے کنویں کے مالک کو بارہ ہزار درہم دے کر نصف حقوق خرید لئے۔ ایک دن کنویں سے پانی مسلمان استعمال کرتے تھے اور ایک دن یہودی۔ کچھ عرصہ بعد کنویں کے مالک نے حضرت عثمان غنیؓ سے آٹھ ہزار درہم لے کر کنویں کا باقی حصہ بھی فروخت کر دیا اور حضرت عثمان غنیؓ نے اس کنویں کو مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ یہ حضرت عثمان غنیؓ کا عظیم کارنامہ تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ منورہ کے قریب بقیع میں زمین خرید کر قبرستان کے لئے وقف کی۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے فلاحی کام کیے۔

رسول پاکؐ نے حضرت عثمان غنیؓ کو کاتبِ وحی بنایا۔ وہ حافظِ قرآن بھی تھے اور خوب جانتے تھے کہ کون سی آیت کہاں اور کب نازل ہوئی۔ وہ مذہبی امور کے بارے میں بھی جانتے تھے۔ وہ انتہائی نیک، پارسا اور شرم و حیا کے پیکر تھے۔ مالدار ہونے کے باوجود انہوں نے کبھی بھی عیش و عشرت کو پسند نہیں کیا تھا۔ وہ ہر ایک کی کھلے دل سے مدد کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی مصارف کے لئے بیت المال سے کبھی کچھ نہیں لیا۔ وہ تقریباً روزانہ غسل کرتے اور صاف اور سادہ لباس پہنتے۔ انہوں نے کبھی قیمتی زرق برق لباس کو پسند نہیں کیا۔ ان کے مزاج میں نفاست، لطافت، سادگی اور پاکیزگی تھی۔ وہ تحمل مزاج تھے اگر کسی نے ان سے کوئی سخت بات کی تو جواب ہمیشہ نرم لہجے میں دیا۔ وہ راتوں کو جاگ کر عبادت کرتے تھے روزے رکھتے تھے اور ہر سال حج کرتے تھے۔ صرف آخری سال محصور ہونے کی وجہ سے حج کے لئے نہ جا سکے۔ ذکرِ الٰہی کے وقت وہ زار و قطار اس طرح روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ ان کے ماتھے پر سجدوں سے نشان بن گئے تھے۔ وہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ بردباری، نرم خوئی، صلہ رحمی اور دیانتداری ہے کوئی سائل ان کے گھر سے خالی ہاتھ واپس نہ جاتا۔ وہ حضرت

Marfat.com

عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں قافلے میں امہات المومنین کے محافظ بھی رہے۔

حضرت عثمان غنیؓ ایک رقیق القلب انسان تھے۔ وہ جب کسی کی قبر پر جاتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ انہوں نے حضورؐ سے سن رکھا تھا کہ قبر منازلِ آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص پہلی منزل سے نجات پائے گا اس کی باقی منزلیں آسان ہوں گی۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شان میں پارہ ۲۳ کی آیت ۹ نازل ہوئی۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ رات کے وقت کے نوافل دن کے وقت کے نوافل سے افضل ہیں کیونکہ رات کے وقت زیادہ خشوع سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے''۔ (صحیح بخاری)

حضرت عثمان غنیؓ ساری زندگی شراب نوشی سے بچتے رہے۔ وہ شراب کو ام الخبائث کہا کرتے تھے اور شراب نوشی سے بچنے کی نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔ انہوں نے شراب نوشی کی سزا کوڑے تجویز کی۔

حضرت عثمان غنیؓ ہر جمعہ کے روز ایک غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ وہ بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی پرورش کرتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ وہ احادیث کے بھی حافظ تھے۔ وہ نہایت احتیاط سے روایات کرتے تھے۔ ان سے ۱۴۶ احادیث مروی ہیں۔ وہ ہر حدیث ہمیشہ خوش اسلوبی سے بیان کرتے تھے۔

محمد بن سیرینؒ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ رات بھر جاگ کر ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔ امام ابنِ کثیرؒ نے کہا کہ حج کے دنوں میں حضرت عثمان غنیؓ نے حجرِ اسود کے قریب ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھا۔

ایک دفعہ حضرت عثمان غنیؓ سے پوچھا گیا کہ ''استقامت کیا ہے''؟

Marfat.com

تو جواب میں فرمایا: ”استقامت یہ ہے کہ عمل میں اخلاص ہو“۔

حضرت عثمان غنیؓ کو ایک کنواں (بیئر رومہ) مسلمانوں کے لئے خرید کر وقف کرنے پر حضورؐ کی طرف سے جنت کی بشارت مل چکی تھی پھر جب حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد نبویؐ کے لئے زمین خرید کر اس کی وسعت کرے گا اسے جنت میں عمدہ مقام ملے گا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے زمین خرید کر مسجدِ نبوی کی وسعت کے لئے دے دی تو حضورؐ نے پھر انہیں جنت کی بشارت دی۔

حضرت عثمان غنیؓ نے آٹھ شادیاں کی تھیں۔ ان کی پہلی شادی حضورؐ کی بڑی بیٹی حضرت رقیہؓ سے مکہ مکرمہ میں ہوئی جن کے بطن ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا جو بچپن ہی میں انتقال کر گیا تھا۔ حضرت رقیہؓ کا انتقال مدینہ میں ۲ ہجری میں ہوا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی دوسری شادی حضورؐ کی چھوٹی بیٹی حضرت ام کلثومؓ سے ہوئی، ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت ام کلثومؓ کا انتقال ۹ ہجری میں ہوا۔ ان دونوں شادیوں کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ کا لقب ”ذوالنورین“ ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی تیسری شادی فاختہ بنت غزوانؓ سے ہوئی۔ ان کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ یہ بیٹا بھی بچپن میں انتقال کر گیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی چوتھی شادی امِ عمرو بنت جندؓ سے ہوئی۔ ان کے بطن سے عمرو، خالد، ابان اور مریم پیدا ہوئے جن میں سے حضرت ابان کو بنو امیہ کے عہد میں محدث اور فقیہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور وہ مدینہ منورہ میں بحیثیت گورنر بھی رہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی پانچویں شادی حضرت فاطمہؓ بنت ولیدؓ سے ہوئی۔ ان کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام ولید اور دوسرے کا نام سعید تھا۔ سعید نے سمرقند فتح کیا اور وہ خراسان کا گورنر بھی بنا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی چھٹی شادی ام البنین بنت عینیہؓ سے ہوئی ان کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبدالمالک رکھا گیا۔ یہ بھی بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی ساتویں شادی حضرت رملہ بنت شیبہؓ سے ہوئی ان کے

Marfat.com

بطن سے تین بیٹیاں ام ابان، عائشہ اور ام عمرو پیدا ہوئیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کی آٹھویں شادی نائلہؓ بنت الفراضہ سے ہوئی جن کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام مریم رکھا گیا۔ یہ آٹھویں زوجہ محترمہ حضرت نائلہؓ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے وقت ان کے پاس تھیں۔ جب حضرت عثمان غنیؓ پر تلوار سے وار ہوا تو حضرت نائلہ نے تلوار کے وار کو روکنا چاہا جس سے ان کی تین انگلیاں کٹ کر گر گئی تھیں۔

حضرت عثمان غنیؓ نے مختلف غزوات میں حصہ لیا۔ ۵ ہجری میں غزوہ احزاب میں شامل ہوئے۔ ۷ ہجری کو غزوۂ خیبر میں حضرت عثمان غنیؓ کو حضورؐ نے ایک لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اس غزوہ مین حضرت عثمان غنیؓ کی بہترین حکمتِ عملی سے یہودیوں کو شکست اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ ۸ ہجری میں حضورؐ کی قیادت میں جب غزوۂ مکہ ہوا تو حضرت عثمان غنیؓ اس میں شامل تھے پھر فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں بھی شامل ہوئے۔

۹ ہجری میں غزوۂ تبوک ہوا۔ اس وقت بیت المال میں اتنا مال نہیں تھا کہ جنگ کے لئے فوراً انتظامات کیے جا سکیں۔ حضورؐ بہت فکر مند تھے اس لئے حضورؐ نے جنگ کے لئے مالی امداد کی مہم چلائی اس موقع پر تمام مسلمانوں نے کھلے دل سے مال و زر پیش کیا اور حضرت عثمان غنیؓ نے دس ہزار مجاہدین کے لئے جنگی اسلحہ اور دیگر اخراجات کے لئے رقم فراہم کی اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور سامانِ رسد کے لئے ایک ہزار دینار بھی دئے۔

جب ٦ ہجری میں حضورؐ نے چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عثمان غنیؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا گیا تو انہیں معلوم ہوا کہ مشرکینِ مکہ انہیں مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دے رہے حالانکہ مسلمانوں کی نیت جنگ کرنے کی نہیں تھی بلکہ وہ صرف عمرہ کرنے کے ارادہ سے آئے تھے۔ حضورؐ نے حضرت عثمان غنیؓ کو سفیر بنا کر مشرکین کے پاس بھیجا۔ مکہ مکرمہ کے تمام

Marfat.com

لوگ حضرت عثمان غنیؓ کی بہت عزت کرتے تھے۔ انہوں نے صرف حضرت عثمان غنیؓ کو عمرہ کرنے کی اجازت دی مگر انہوں نے حضورؐ کے بغیر عمرہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اسی دوران یہ افواہ اڑادی گئی کہ کفار نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا ہے۔ یہ خبر سن کر حضورؐ نے تمام صحابہ کرامؓ سے جان کی بازی لگانے کی بیعت لی۔ اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہا جاتا ہے۔ چونکہ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مکہ مکرمہ جانے کی سفارت قبول کی تھی اس لئے بیعتِ رضوان کا سہرا حضرت عثمان غنیؓ کے سر پر ہے۔ مکہ مکرمہ کے لوگوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو واپس بھیج دیا اور ساتھ قرارداد کے لئے ایک وفد بھی بھیجا۔ وفد اور حضورؐ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جسے معاہدۂ حدیبیہ کہتے ہیں۔ اس معاہدہ کے بعد حضورؐ مسلمانوں کے قافلہ کے ساتھ بغیر عمرہ کیے واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔

اگرچہ عثمان غنیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں بڑے عظیم فلاحی کام کیے۔ ابتدائی چھ سالوں میں فتوحات بھی کیں اور مالِ غنیمت کی فراوانی بھی ہوئی۔ لوگ بہت خوش تھے۔ ملک میں امن تھا مگر کچھ سازشی لوگوں نے حضرت عثمان غنیؓ پر طرح طرح کے الزامات لگانے شروع کئے۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے اختلافات بہت پرانے چلے آرہے تھے۔ مجوسی اور یہودی مسلمانوں کو منتشر کرنے کی کوشش میں تھے۔ یہودی چاہتے تھے کہ مسلمان قوم مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ جائے اور ان کا اتفاق ختم ہو جائے۔ وہ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کو ختم کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے تھے۔

ایک نومسلم عبداللہ بن سبا نے بظاہر دینِ اسلام قبول کیا ہوا تھا لیکن اسلام کی آڑ میں منافقت کرنے میں مصروف تھا اسے ابنِ سودا بھی کہتے تھے کیونکہ اس کی والدہ حبشی تھی۔ یہ یمن کا رہنے والا تھا اور بڑا عیار، کینہ پرور اور فتنہ پرور انسان تھا۔ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتا۔ جب حضرت عثمان غنیؓ کی نرم طبیعت سے یہودیوں نے استفادہ کرنا شروع کیا تو ابنِ سبا نے بھی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو ورغلانے کا سوچا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کیا جو حضرت عثمان غنیؓ سے بدظن تھے۔

Marfat.com

ابنِ سبا بڑا چالاک اور سازشی تھا اس نے آہستہ آہستہ لوگوں کو بہکانا اور بھڑکانا شروع کیا۔ پھر جب اس نے عراق کو اپنی تحریک کا مرکز بنانے کا سوچا تو والی بصرہ عبداللہ بن عامرؓ نے ابن سبا کو عراق سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ابن سبا عراق سے نکل کر ایران چلا گیا۔ ایران میں اس نے یہ شرارت کی کہ لوگوں کو یہ کہنا شروع کیا کہ رسولِ پاک ﷺ کی وصیت کے مطابق خلافت کے حق دار حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ اس کے علاوہ بھی اس نے مختلف طریقوں سے حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا تاکہ لوگ ان سے متنفر ہو جائیں۔ اس کی ان حرکتوں کیوجہ سے اسے ایران سے بھی نکال دیا گیا۔

پھر ابن سبا نے مصر جا کر زیادہ منظم طریقہ سے اپنی باتوں سے لوگوں کو متاثر کرنا شروع کیا۔ جب اسے اپنی سازش میں کامیابی ہونے لگی تو حضرت عثمان غنیؓ پریشان ہوئے۔ لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ ابن سبا کو قتل کر دیا جائے لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے اتفاق نہ کیا۔ ابن سبا کی تحریک تیزی سے پھیل رہی تھی۔ جو لوگ حضرت عثمان غنیؓ پر تنقید کرتے تھے انہیں ابن سبا نے اپنے ساتھ ملا لیا اور آہستہ آہستہ سبائی فرقہ وجود پا گیا اور اس فرقہ میں لوگوں کی تعداد مسلسل بڑھنے لگی۔ اس فرقے نے بنی ہاشم کو بنی امیہ کے خلاف کر دیا۔ آہستہ آہستہ ایران کے لوگ بھی سبائی فرقہ کی حمایت کرنے لگے۔ اس فرقے کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ وصی تھے اور باقی خلفاء غاصب تھے۔ ابن سبا نے اپنے فرقے کے نمائندے مختلف ممالک میں بھیج کر اپنی تحریک کو وسعت دی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن حذیفہؓ بھی عبداللہ بن سبا کے ساتھ مل گئے کیونکہ محمد بن ابی بکرؓ کی پرورش حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر میں ہوئی تھی اور محمد بن ابی حذیفہ کی پرورش حضرت عثمان غنیؓ کے گھر میں ہوئی تھی اور ان دونوں حضرات کو اعلیٰ عہدے نہ مل سکنے کا بہت افسوس اور غصہ تھا۔ یہ دونوں ابن سبا کی باتوں میں آ کر حضرت عثمان غنی کی مخالفت پر اتر آئے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ، محمد

Marfat.com

بن ابی بکرؓ اور محمد بن حذیفہؓ یہ معتبر ہستیاں بھی ابن سبا کے ساتھ مل گئیں اور ابن سبا اپنی سرگرمیوں میں مسلسل مصروف رہا۔

صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد عمر رسیدہ ہو چکی تھی۔ کچھ کا انتقال ہو گیا تھا نئی نسل کے لوگ اپنے بزرگوں کی طرح پرہیز گار اور بہادر نہیں تھے اس لئے وہ عثمانی حکومت کو مضبوط کرنے سے قاصر تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ پر لگائے گئے الزامات بے بنیاد تھے ان الزامات کا مقصد حضرت عثمان غنیؓ کو بدنام کرنا تھا۔ مدینہ منورہ کے لوگ بھی کھلے عام نکتہ چینی کرنے لگے تھے۔ لوگوں میں دولت کا لالچ اور حسد کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا جس سے بے اتفاقی اور دشمنی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کھلے عام مطالبہ شروع کر دیا کہ حضرت عثمان غنیؓ خود خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے عام اعلان کیا کہ اگر کسی کو شکایت ہو تو وہ حج کے موقع پر روبرو اپنی شکایت پیش کر دے لیکن ابن سبا کی تحریک کامیاب ہو رہی تھی۔ لوگوں میں بے سکونی اور بے اعتمادی پھیل چکی تھی اور صورتِ حال قابو سے باہر تھی۔ کسی نے حضرت عثمان غنیؓ کے اعلان پر توجہ نہ دی۔

اگرچہ حضرت عثمان غنیؓ کے نقطۂ نظر سے حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام کو اختلاف تھا لیکن دونوں طرف نیت صاف ہونے کی وجہ سے ان سب نے مل کر حالات کو درست رکھنا چاہا لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ ابن سبا اپنی چالوں میں کامیاب ہو چکا تھا۔

مدینہ منورہ کے باہر بصرہ، کوفہ اور مصر سے مفسدین کے وفود باہم صلاح مشورہ کے لئے اکٹھے ہوئے تاکہ کوئی ٹھوس قدم اٹھایا جائے۔ مصر کے بعض لوگ چاہتے تھے ہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کو معزول کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنائیں۔ بصرہ کے لوگ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کے حامی تھے اور کوفہ کے لوگ حضرت زبیر بن العوامؓ کے حق میں تھے۔ ان تینوں وفود نے باری باری حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ سے بات چیت کی مگر ان تینوں بزرگوں نے وفود کو سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا۔

حضرت عثمان غنیؓ فسادات سے بچنا چاہتے تھے انہوں نے باغیوں کے

Marfat.com

خطرناک عزائم دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مذاکرات کرنے کے لئے کہا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ بھی کہا کہ وہ مفسدین کے ساتھ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ انہیں قبول ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک وفد لے کر مفسدین کے پاس مذاکرات کے لئے تشریف لے گئے۔ وفد میں مہاجر اور انصار دونوں شامل تھے۔ اس وفد کے سمجھانے پر باغی واپس آ گئے۔ ان کی واپسی کی خبر سن کر مدینہ منورہ کے لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔

چند دنوں بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کے استفسار پر باغیوں نے انکشاف کیا کہ راستے میں ایک قاصد ملا جو مصر کی طرف جا رہا تھا انہیں شک گزرا تو اس قاصد کی تلاشی لی گئی۔ قاصد کے پاس حضرت عثمان غنیؓ کا لکھا ہوا ایک خط تھا جو مصر کے گورنر کو لکھا گیا تھا۔ اس خط میں گورنر کو حکم دیا گیا تھا کہ باغیوں کو قتل کر دیا جائے۔ مصر کے باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ پر لگائے گئے الزامات کی ایک فہرست تیار کی جس میں ایک الزام بدعہدی کا بھی تھا۔ باغی بہت غصے کی حالت میں تھے لیکن جب حضرت علی رم اللہ وجہہ اور محمد بن ابوبکرؓ نے باغیوں کے الزامات حضرت عثمان غنیؓ کو جا کر بتائے تو وہ حیران رہ گئے اور حلفیہ بیان دیا کہ وہ اس خط کے بارے میں کچھ نہیں جانتے کہ کس نے لکھا ہے۔ باغیوں کو جب یہ پتہ چلا تو انہوں نے یہ کہا کہ جس خلیفہ کو اپنی غفلت کی وجہ سے پتہ ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اسے خلافت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ سے یہ بھی کہا کہ آپ خود ہی خلافت چھوڑ دیں ورنہ آپؓ کو قتل کر دیا جائے گا لیکن حضرت عثمان غنی خلافت چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے۔

باغیوں نے مدینہ منورہ کے قریب پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ باغیوں کی تعداد نو سو تھی یعنی چھ سو مصری، دو سو کوفہ اور ایک سو بصرہ کے باغی تھے۔ ابتداء میں ان باغیوں کا محاصرہ ہلکا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ باقاعدہ مسجد نبوی میں نماز کے لئے جاتے تھے۔ مدینہ منورہ کے بہت سے لوگ باغیوں سے خوف زدہ ہو کر گھروں کے اندر بند رہنے لگے۔ انہوں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باغیوں کو بہت سمجھایا

Marfat.com

مگر باغیوں نے کسی بات پر دھیان نہ دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا عمامہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاصد کو دیتے ہوئے کہا کہ:

''یہ عثمانؓ کو دے دو اور جو کچھ دیکھا ہے انہیں جا کر بتا دو''۔

باغی پوری طرح بپھر چکے تھے۔ اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کی حفاظت کے لئے سات سو آدمی موجود تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ سے باغیوں کا مقابلہ کرنے کی اجازت طلب کی گئی مگر وہ نہ مانے۔ باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو خوراک اور پانی پہنچانے پر بھی پابندی لگا دی۔ ایک دفعہ ام حبیبہؓ خچر پر حضرت عثمان غنیؓ کے لئے خوراک لے جا رہی تھیں لیکن باغیوں نے خچر کو زخمی کر دیا اور ام حبیبہؓ کو مجبور کر دیا کہ وہ واپس چلی جائیں۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر باغیوں سے خطاب کیا لیکن باغیوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ وہ فیصلہ کر چکے تھے کہ حضرت عثمان غنیؓ کو ختم کرنا ہے۔ جب حضرت عثمان غنیؓ کو معلوم ہو گیا کہ اب ان کا بچنا مشکل ہے تو سب سے پہلے انہوں نے اپنے بیس غلاموں کو آزاد کر دیا جو اس وقت گھر میں موجود تھے۔ باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ سخت کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے کہا کہ مکان کے اندر کافی تعداد میں لوگ حفاظت کے لئے موجود ہیں آپ انہیں مقابلہ کی اجازت دے دیں۔ لیکن عثمان غنیؓ نے فرمایا:۔

''خدا کے لئے کسی کا خون نہ بہایا جائے''۔

حضرت عثمان غنیؓ یہ چاہتے تھے کہ کوئی انہیں خون بہانے والا خلیفہ نہ کہے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا کہ:۔

''اگر تم نے ایک شخص کو بھی ہلاک کیا تو گویا سب کو ہلاک کیا''۔

انہوں نے مفسدین سے کہا کہ:۔

''میں زندگی کے آخری لمحے تک صبر سے کام لوں گا لیکن میں اس خلعت کو نہیں اتاروں گا جو خدا نے مجھے پہنائی ہے''۔

ایک جمعہ کے دن حضرت عثمان غنیؓ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ اسی روز انہوں نے

Marfat.com

خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تشریف رکھتے ہیں اور حضورؐ نے حضرت عثمان غنیؓ سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"عثمان! جلدی کرو ہم یہاں افطاری کرنے کے لئے تمہارا انتظار کر رہے ہیں"۔

حضرت عثمان غنیؓ نے خواب کے بارے میں اپنی زوجہ محترمہ کو بتایا اور کہا کہ ان کی شہادت کا وقت آ گیا ہے۔ باغی مجھے شہید کر دیں گے۔ ان کی زوجہ محترمہ نے کہا:۔

"یا امیر المومنین! ایسا نہیں ہو سکتا"۔

جواب میں حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا:۔

"میں خواب دیکھ چکا ہوں"۔

پھر ایک روز باغی عمرو بن حزمؓ کے مکان میں سے آ کر حضرت عثمان غنیؓ کے گھر میں پھلانگ کر داخل ہو گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ بہت انہماک سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ باغی ان کے بہت قریب آ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے محمد بن ابی بکرؓ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر پرورش پائی تھی اور جو اعلیٰ منصب نہ ملنے کہ وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ سے ناراض تھے نے بڑھ کر حضرت عثمان غنیؓ کی ڈاڑھی کو پکڑ کر کھینچا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے کہا:۔

"بھتیجے! اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو وہ یہ دیکھنا پسند نہ کرتا"۔

یہ سن کر محمد بن ابی بکرؓ انہیں چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ اتنے میں حضرت عثمان غنیؓ کے چار دشمن کنان بن بشر، سودان بن حمران، عمرو بن الحمق اور غافقی بن حرب بھی پہنچ گئے۔ غافقی بن حرب نے غصے میں آ کر قران مجید کو ٹھوکر ماری۔ کنان بن بشر نے لوہے کی سلاخ حضرت عثمان غنیؓ کی پیشانی پر ماری، پیشانی سے خون نکل آیا اور وہ گر گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے منہ سے "توکلت اللہ" بے اختیاری سے نکلا۔ دوسری طرف سے سودان بن حمران نے وار کیا۔ خون فوارے کی طرح نکلا اور حضرت عثمان غنیؓ کی ڈاڑھی کو تر کرتا ہوا قرآنِ پاک کی سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵ پر گر کر پھیل گیا۔ پھر جب سودان ابن

Marfat.com

حمران تلوار سے وار کرنے لگا تو حضرت عثمان غنیؓ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہؓ نے تلوار کے وار کو روکنے کی کوشش کی اور اسی دوران حضرت نائلہؓ کے ہاتھ کی تین انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ پھر عمرو بن الحمق نے حضرت عثمانؓ کے سینے پر چڑھ کر نیزے سے نو وار کئے حالانکہ سودان بن حمران کا وار کام کر چکا تھا یعنی حضرت عثمان غنیؓ شہید ہو چکے تھے۔

حضرت نائلہؓ کے واویلا کرنے پر حضرت عثمان غنیؓ کے وفادار آزاد غلام آ پہنچے۔ ایک غلام نے آگے بڑھ کر سودان بن حمران کو اسی جگہ قتل کر دیا۔ باغیوں نے طیش میں آ کر حضرت عثمان غنیؓ کا گھر لوٹ لیا۔ اس دردناک واقعہ کی خبر مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ تک پہنچی تو انہیں بہت صدمہ ہوا۔ حضرت علی ابی طالب کرم اللہ وجہہ نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو انہیں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا علم ہوا۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا:

"اے اللہ میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں"۔

مدینہ منورہ میں خوف اور بے یقینی کا عالم تھا۔ کسی کو گھر سے باہر آنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کی لاش دو دن تک اسی طرح پڑی رہی۔ پھر سترہ آدمیوں نے رات کی تاریکی میں چھپ کر حضرت عثمان غنیؓ کی لاش کو جنت البقیع پہنچا دیا۔ غسل اور کفن کا موقع نہ تھا۔ ویسے بھی شہید کا غسل اور کفن ضروری نہیں ہوتا۔ حضرت زبیر بن العوامؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور بقیع کے قریب حش کوکب میں انہیں سپردِ خاک کر دیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر پورے ملک میں پھیل گئی۔ یہ خبر ہر ایک پر بجلی بن کر گری۔ سب کو اس دردناک واقعہ کا بہت دکھ تھا۔ اس وقت کے شعراء حضرات نے اشعار میں اپنے دکھ کا اظہار کیا اور مرثیے لکھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں ملک شام میں حضرت امیر معاویہؓ کو پہنچائی گئیں تو ملک میں کہرام مچ گیا۔

اے سالارِ نیک خو تھا پارسا غنی بھی تو
تو شہادت پا گیا یہی تو تری تھی آرزو

Marfat.com

فقط تو ذوالنورین تھا نبیؐ کے دل کا چین تھا
کیوں سرکشاں نے کر دیا جسد ترا لہو لہو

بپھر گئے شمشیر زن زخم زخم ہوا بدن
وہ مرتبہ تجھ کو ملا جس کی تجھے تھی جستجو

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ بن ابو طالب

کرم اللہ وجہہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۱۳ رجب جمعۃ المبارک کے دن بعثتِ نبویؐ سے تقریباً دس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ شروع میں ان کا نام زید رکھا گیا۔ زید کے والد کی کنیت ابو طالب تھی اور زید کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ رسولِ پاکؐ کے والدین کی وفات کے بعد رسولِ پاکؐ نے اپنے چچا ابو طالب کے گھر پرورش پائی تھی۔ ابو طالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی اس لئے رسولِ پاکؐ نے ان کے بیٹے زید کو بچپن ہی سے اپنی سرپرستی میں لے لیا اور زید کا نام بدل کر علی رکھ دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے اور ان کا لقب حیدر اور اسد اللہ ہے۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ نے نانا کے نام کی مناسبت سے ان کا نام حیدرہ رکھا تھا مگر ان کے والد نے ان کا نام ''علی'' پسند کیا اور پھر وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے گویا حضورؐ اور ابو طالب دونوں کو ان کا نام ''علی'' زیادہ پسند تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پرورش رسول اللہؐ اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے ہاں ہوئی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نہایت شفقت سے خیال رکھتی تھیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ دس سال کے ہو گئے تو رسول اللہؐ مبعوث ہوئے۔ ایک دن حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو نماز پڑھتے دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تعجب ہوا۔ ان کے

Marfat.com

استفسار پر حضورؐ نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا رسول بنایا ہے اس لئے وہ دونوں صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں اپنے والد سے مشورہ کر کے اور اجازت لے کر بتاؤں گا۔ رات بھر وہ اس بارے میں سوچتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو اپنے والد سے اجازت لئے بغیر رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے۔ اس طرح لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسلام قبول کیا۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خواتین میں حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ شروع سے نیک چلن تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضورؐ کے ساتھ مل کر عبادت کرنا شروع کر دی اور براہِ راست آپ ﷺ کی صحبت اور تعلیمات سے فیضیاب ہونے لگے اور تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے۔

۷ نبویؐ میں جب کفارِ مکہ نے حضورؐ سے اپنا تعلق ختم کر کے انہیں جلاوطنی پر مجبور کر دیا تو حضورؐ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے شعب ابی طالب میں دوسرے صحابہؓ کے ساتھ ہر طرح کی مشکلات برداشت کیں لیکن باہمت رہے۔

۱۰ نبویؐ میں جلاوطنی ختم ہوئی تو اس وقت ان کے والد ابو طالب کا انتقال ہو چکا تھا۔ پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ بھی وفات پا گئیں۔ ان بزرگوں کے اس دنیا سے چلے جانے کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضورؐ دونوں کو بہت افسوس تھا۔

بعثت کے تیرہ برس تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں رہے۔ حضورؐ نے ان کی پرورش بڑے پیار سے کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ صرف حضورؐ کے چچازاد بھائی تھے بلکہ دین و دنیا کے بھائی بھی تھے۔

جب مشرکین نے حضورؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ اس

Marfat.com

منصوبے کا علم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ حکم ملنے پر آپؐ لوگوں کی تمام امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالے کر کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سلا کر گھر سے نکلے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر اس وقت ۲۳ سال تھی۔ ان کا مکہ مکرمہ میں تنہا رہ جانا اور حضورؐ کے بستر پر سونا خطرے سے خالی نہ تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت دلیر تھے وہ بڑے اطمینان سے حضورؐ کی چادر تانے سوئے رہے۔ جب صبح ہوئی تو مشرکین حملہ کرنے کی غرض سے حضورؐ کے گھر میں آ گئے۔ انہوں نے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لیٹے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ انہوں نے غصے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہایت دلیری سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ حضورؐ کہاں ہیں۔ یہ سن کر مشرکین واپس چلے گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بڑے آرام سے گھر سے نکلے اور لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کیں پھر دو تین روز بعد وہ بھی مکہ مکرمہ سے نکل کر قبا پہنچ گئے اور وہاں حضرت کلثومؓ بن الہدم انصاری کے ہاں قیام کیا۔ بعد میں مدینہ منورہ پہنچ کر حضورؐ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مختلف غزوات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ اسلام اور کفر کی پہلی جنگ ۲ ہجری میں ہوئی اسے جنگِ بدر کہتے ہیں۔ اس جنگ میں حضورؐ کی قیادت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھرپور حصہ لیا۔ آغازِ جنگ میں کفار کے تین بہادر عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ میدان میں آئے۔ مقابلے میں حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کو بھیجا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پہلے ہی وار سے اپنے مدِ مقابل ولید بن عتبہ کو قتل کر ڈالا۔

اس جنگ میں ستر مشرکین ہلاک ہوئے جن میں سے تقریباً 18 مشرکین کو

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہلاک کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک کافر عمرو بن ابی سفیان کو قیدی بنایا۔ ہلاک ہونے والوں میں زیادہ تر کفار کے سردار تھے۔

جنگِ احد ۳ ہجری میں ہوئی ۔ یہ جنگ بھی حضورؐ کی قیادت میں لڑی گئی۔ جب جنگ شروع ہوئی تو قریش کے علمبردار سردار کے مقابلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ میدان میں آئے اور پہلے ہی وار سے اپنے اس دشمن کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد ارطات بن شرجیل کو بھی ہلاک کیا۔ مسلمانوں کی کوتاہی سے جب جنگ کا پانسہ پلٹتا دکھائی دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضورؐ کی حفاظت کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دی ۔ جب اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت مصعبؓ ابن عمیر شہید ہو گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسلامی پرچم سنبھالا۔ اسی دوران یہ افواہ بھی اڑائی گئی کہ حضورؐ شہید ہو گئے ہیں۔ اس افواہ سے مسلمان کچھ گھبرا گئے۔ حضورؐ ایک کھائی میں گرے ہوئے تھے۔ آپؐ کے چہرۂ مبارک پر زخم آئے تھے اور دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں کھائی سے نکالا۔ آپؐ کو حیات دیکھ کر ایک نئے جذبے سے مسلمان لڑنے لگے۔ حضورؐ کے جاں نثاروں کی تعداد صرف بارہ رہ گئی تھی اور حضورؐ دشمن کے نرغے میں آ گئے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دشمن پر مسلسل وار کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک بھرپور وار سے دشمن کے علمبردار کو ہلاک کیا۔ مشرکین لشکرِ اسلام کے ساتھ جنگ جاری نہ رکھ سکے اور اسلامی لشکر کو فتح ہوئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضورؐ کی قیادت میں ۴ ہجری میں یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر پر حملہ کیا اور یہودیوں کو ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ یہودی پندرہ دن تک محصور رہ کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ یہودیوں کو جلاوطن کیا گیا۔ وہ وہاں سے خیبر چلے گئے۔

غزوہ خندق ۵ ہجری کو ہوا جس میں دس ہزار مشرکین اسلامی لشکر کے مقابلہ میں آئے۔ مشرکین کا ساتھ یہودیوں نے دیا اس جنگ میں مشرکین کا ایک سردار عمرو بن عبدو تھا۔ جس کی عمر ۹۰ سال تھی مگر بہادری میں اس کی شہرت تھی ۔ اس سردار نے جنگ

Marfat.com

کے لئے للکارا تو مقابلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بڑی بہادری سے لڑے۔ انہوں نے سردار عمرو بن عبدو سے کہا کہ یا تو اسلام قبول کرلو یا واپس گھر چلے جاؤ یا پھر آؤ مقابلہ کرو۔ عمرو مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔ اس کی تلوار سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیشانی پر اگرچہ زخم آیا لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جوش میں آکر بھرپور وار کیا تو عمرو ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد نوفل بن عبداللہ مخزومی مقابلے کے لئے آیا تو اسے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہلاک کردیا۔ آخر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

پھر اگلے سال ۶ ہجری میں سریہ فدک ہوا۔ حضورؐ کے حکم پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قیادت میں دو سو مجاہدین کا اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ جنگ میں دشمن کو شکست ہوئی اور مشرکین مکہ اور رسولؐ اللہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ اسے صلح نامہ حدیبیہ کہتے ہیں۔ یہ معاہدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تحریر کیا جس میں حضورؐ کا نام محمد رسولؐ اللہ لکھا گیا تھا۔ مشرکین نے کہا کہ ''محمد رسول اللہ'' کی بجائے ''محمد بن عبداللہ'' لکھا جائے۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے الفاظ نہیں کاٹ سکتا۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے ''رسول اللہ'' کے الفاظ مٹا دیئے۔ اس قرار داد کے بعد مسلمان واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔

حضورؐ کی قیادت میں ۷ ہجری کو ایک اسلامی لشکر خیبر پر حملہ آور ہوا مسلمانوں کو کامیابی ہوئی لیکن قلعہ حصن قموص تسخیر نہ ہو سکا۔ اس قلعے کا سردار ایک یہودی تھا جس کا نام مرحب تھا۔ جب پہلے دو دنوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی قیادت میں قلعہ تسخیر نہ ہوا تو رسول اللہؐ نے فرمایا:

''کل میں ایسے شخص کے ہاتھ میں علم دوں گا جس کے ہاتھ سے خیبر فتح ہو گا''۔

صبح ہوئی تو حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سربراہ مقرر کیا۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ حضرت مسلمہ بن الاکوعؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پکڑ کر حضورؐ کے پاس لائے۔ حضورؐ نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں

Marfat.com

میں لگایا تو آنکھوں کی تکلیف دور ہوگئی۔ حضورؐ نے علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہودیوں کو پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن یہودیوں کے انکار پر جنگ شروع ہوئی ۔ مرحب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ اس جنگ میں یہودیوں کے 93 سپاہی مارے گئے اور مسلمانوں کے 20 مجاہدین شہید ہوئے ۔اس شاندار فتح پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ'' فاتح خیبر'' کہلائے۔

8 ہجری میں حضورؐ نے مسلمانوں کو فتح مکہ مکرمہ کے لئے ایک بڑے حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ اسی دوران ایک صحابی حضرت حاطبؓ بن ابی بلعتہ نے مکہ مکرمہ کے قریش کو خط لکھا جس میں حملہ کی تیاری کا ذکر تھا۔ یہ ایک عورت کے ہاتھ بھیجا گیا۔ حضورؐ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا۔ تینوں گھوڑوں پر سوار تھے، خارج کے مقام پر اس عورت کو جا لیا۔ جب عورت کی تلاشی لی گئی تو وہ خط برآمد ہوا۔ حضرت حاطبؓ کا خاندان چونکہ مکہ مکرمہ میں تھا اپنے خاندان کو مشرکین سے بچانے کے لئے انہوں نے خط بھیجا تھا اس لئے حضورؐ نے انہیں معاف کر دیا۔

حضورؐ نے دس ہزار مجاہدین کے لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی علم پہلے حضرت سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔ بعد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو علمبردار مقرر کیا۔ ہر جانب سے مسلمان مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اور بغیر جنگ کے مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ حضورؐ نے 360 بتوں کو توڑا۔ ایک بڑا بت اونچائی میں زیادہ تھا اس بت کو توڑنے کے لئے حضورؐ نے اپنے کندھوں کا سہارا دے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اونچا کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک سلاخ سے اس بڑے بت کو توڑا۔ اس طرح خانہ کعبہ بتوں سے پاک ہو گیا۔

فتح مکہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ غزوہ حنین میں بھی شریک ہوئے اور اس کے بعد محاصرۂ طائف میں بھی شمولیت کی۔

Marfat.com

۹ ہجری میں حضورؐ نے جو ایک سو پچاس مجاہدین کا لشکر بنو طے کے مقابلے کے لئے روانہ کیا تھا اس لشکر کے سربراہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ اس مقابلہ میں بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ بنو طے کا سردار عدی بن حاتم طائی بھاگ کر شام چلا گیا۔ قیدیوں میں سردار عدی بن حاطم طائی کی بیٹی سفانہ بھی شامل تھی جسے حضورؐ نے آزاد کر دیا۔ سفانہ اپنے بھائی کو مدینہ منورہ لے آئی اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

اسی سال غزوۂ تبوک ہوا۔ اس غزوہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شامل نہ کیا گیا جس کا انہیں افسوس تھا۔ غزوہ میں شامل نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا چنانچہ منافقین کو طنز کرنے کا موقع مل گیا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طنز برداشت نہ ہوئی تو انہوں نے غزوہ میں شمولیت کی خواہش ظاہر کی تو حضورؐ نے فرمایا:

"علی! کیا تم پسند کرو گے کہ تم میرے لئے بالکل ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ سن کر مطمئن ہو گئے۔

غزوۂ تبوک کے بعد حضور نے ابو بکر صدیقؓ کو امیر حج مقرر کیا۔ ان کے ساتھ تین سو حاجیوں کا قافلہ مکہ مکرمہ کے لئے روانہ کیا۔ قافلے کی روانگی کے بعد سورۃ برات نازل ہوئی۔ یہ سورۃ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو عرفات بھیج دی گئی تا کہ وہاں اعلان کر دیا جائے لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اہم اعلان میرے ہی گھر کے کسی آدمی کو کرنا چاہیے چنانچہ حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہا کہ وہ حاجیوں کے مجمع میں اعلان کریں کہ اس سال تو مسلمانوں اور مشرکوں نے اپنے اپنے طریقہ سے حج کیا لیکن اس کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی شخص کو خانہ کعبہ کے گرد برہنہ حالت میں طواف کرنے کی اجازت ہوگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ اعلان کر دیا۔

۱۰ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضورؐ نے یمن بھیجا تا کہ وہاں تبلیغ اسلام کر سکیں۔ اس سلسلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بہت کامیابی ہوئی۔ وہاں

Marfat.com

بنو ہمدان کے باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ اس سال واپسی پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حجۃ الوداع میں شمولیت کی اور اس موقع پر حضورؐ نے تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ غزوہ احد میں میں حضورؐ کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ کفار کی ایک جماعت نے حضورؐ پر حملہ کیا، حضورؐ نے فرمایا ''علی ان کو روکو''۔

تو میں نے اکیلے اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ کفار میں سے کچھ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ گئے۔ اس کے بعد ایک اور جماعت نے حضورؐ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ حضورؐ نے پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اشارہ کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دوبارہ اکیلے مقابلہ کیا تو کفار کی جماعت ہمت ہار گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگِ جمل جیتنے کے بعد اعلان فرمایا کہ کسی زخمی پر حملہ نہ کرو، کسی قیدی کو قتل نہ کرو، عورتوں پر دست درازی نہ کرو، بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو، کسی کے گھر مت گھسو، ہتھیار ڈال دینے والے کو امان دو، کسی کو غلام نہ بناؤ، جن کا مال میدانِ جنگ سے ملا ہو انہیں لوٹا دو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طبیعت ظلم وستم سے اس حد تک متنفر تھی کہ غیر معمولی قوت اور شجاعت کے باوجود انہوں نے کبھی بھی کسی سے جنگ میں پہل نہیں کی۔ ایک مرتبہ اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو نصیحت فرمائی کہ:

''کبھی جنگ کی دعوت نہ دینا لیکن اگر تمہیں جنگ کے لئے بلایا جائے تو گریز بھی نہ کرنا کیونکہ جنگ کی دعوت دینے والا ظالم ہوتا ہے اور ظالم کا انجام ہمیشہ ہلاکت ہے''۔

دشمن کے ساتھ شرافت وانسانیت سے پیش آنے کی خوبی جس وافر مقدار میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں تھی بہت کم بہادروں میں دیکھی گئی ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد جانشینی کا مسئلہ ایک بار پھر پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلافت کے مستحق تھے مگر وہ یہ ذمہ داری قبول کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔ اس وقت مفسدین میں اکثریت مصریوں کی تھی اور ان ہی کا مدینہ منورہ میں

Marfat.com

تسلط تھا۔ انہوں نے دھمکی دے رکھی تھی کہ اگر تین دنوں کے اندر خلیفہ منتخب نہ ہوا تو وہ باری باری حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کو ہلاک کر دیں گے۔ باغیوں اور صحابہ کرامؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت سنبھالنے پر مجبور کیا تو وہ رضامند ہو گئے اور مسجد نبویؐ میں جا کر لوگوں سے بیعت لینا شروع کی۔ سب سے پہلے کوفی سردار مالک اشتر نخعی نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ چہارم بنتے ہی شہر میں امن ہو گیا۔ مالک اشتر نخعی اور حکیم بن جبلہ زبردستی حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھی مسجد میں لے آئے۔ ان دونوں بزرگوں نے اس شرط کے ساتھ بیعت کی کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا قصاص لیا جائے گا۔ کچھ صحابہ کرامؓ غیر جانبدار رہے یعنی نہ تو انہوں نے مخالفت کی اور نہ بیعت کی۔ کئی صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ اور دمشق چلے گئے کیونکہ انہوں نے بیعت نہیں لی تھی۔

شام کے علاوہ تمام صوبوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا مگر لوگوں کا حضرت عثمان غنیؓ کے قصاص کا مطالبہ زور پکڑتا جا رہا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود بھی حضرت عثمان غنیؓ کا قصاص لینا چاہتے تھے لیکن ان کی شہادت کا کوئی چشم دید گواہ نہیں تھا۔ اس وقت وہاں صرف حضرت نائلہؓ موجود تھیں مگر وہ کسی قاتل کو نہیں پہچانتی تھیں اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی کے خلاف کارروائی نہیں کر سکتے تھے اور سیاسی صورتِ حال ایسی تھی کہ انہوں نے قاتلوں اور باغیوں کی فرمائش اور ان کی مدد سے خلافت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تھی اس لئے یہ وقت حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی تحقیق کرنے کا نہیں تھا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کئی باغیوں نے فوج میں شمولیت اختیار کر لی تھی اس لئے ان پر ہاتھ ڈالنا فساد کا موجب ہو سکتا تھا۔

شام میں امیر معاویہؓ قصاص کے موقف پر ڈٹے ہوئے تھے اور بیعت سے بھی انکار کر رہے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امیر معاویہؓ کی جگہ شام میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو گورنر بنانا چاہا مگر انہوں نے یہ منصب قبول نہ کیا۔ پھر حضرت سہل بن حنیف انصاریؓ کو شام کا گورنر بنا کر بھیجا مگر انہیں تبوک کے قریب روک کر واپس جانے

Marfat.com

پر مجبور کر دیا گیا۔ اسی طرح بصرہ، مصر، یمن، کوفہ کے گورنروں کو ہٹا کر نئے گورنر بنائے گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتل مدینہ منورہ میں گھوم پھر رہے تھے اور قصاص کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوامؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ بیعت تو کر لی تھی لیکن وہ چار ماہ تک حالات کا جائزہ لینے کے بعد عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حضرت سیّدہ عائشہؓ حج سے فارغ ہو کر ابھی مکہ مکرمہ ہی میں تھیں انہیں بتایا گیا کہ حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کے قصاص کا کوئی امکان نہیں۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ اور ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ یہ تینوں بزرگ اس بات پر متفق تھے کہ قصاص ہر صورت میں لینا چاہیے۔ کوفہ کے لوگ حضرت طلحہؓ کو پسند کرتے تھے اور بصرہ کے لوگ حضرت زبیرؓ کو چاہتے تھے اس لئے سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ بجائے مدینہ منورہ جانے کے بصرہ کا رخ کیا جائے۔ چند دنوں کے اندر حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی قیادت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جنگ کے لئے ایک بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ اس لشکر میں بنو امیہ سے مروان بن الحکیم، ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص نے اس لشکر میں شمولیت اختیار کر لی۔

۳۶ ہجری میں یہ لشکر مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بصرہ میں وہاں کے گورنر حضرت عثمان بن حنیفؓ کے ساتھ مقابلہ ہوا اور کامیابی کے بعد لشکر بصرہ پر قابض ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ انہیں عبداللہ بن سلام نے سمجھانے کی کوشش کی کہ مدینہ منورہ چھوڑ کر نہ جائیں لیکن وہ نہ مانے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس نصیحت کو نظر انداز کر کے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے ذی قار پہنچ گئے اور وہاں پڑاؤ کیا اور حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ حضرت امام حسن علیہ السلام کو کوفہ بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مدد کرنے پر آمادہ کریں۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ لشکر کے ساتھ بصرہ پہنچے ۔ دونوں لشکروں کے سربراہوں نے آپس میں بات چیت شروع کی۔ دونوں ہی مسلمانوں کو خون ریزی سے بچانا چاہتے تھے۔ دونوں نے جنگ سے بچنے کے لئے مذاکرات کئے۔ مذاکرات کامیاب ہو گئے مگر حضرت عثمان غنیؓ کے قاتل اور سبائی گروہ کے لوگ سمجھ گئے کہ اگر مذاکرات کامیاب ہوگئے ہیں تو قصاص کے طور پر انہیں ہلاک کر دیا جائے گا چنانچہ انہوں نے سازش کر کے رات کے اندھیرے میں اچانک حملہ کر دیا۔ دونوں لشکروں نے یہ سمجھا کہ مخالف لشکر نے حملہ کیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے میدانِ جنگ میں نکل کر لوگوں کو جنگ کرنے سے منع کیا۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ بھی ایک سفید اونٹنی پر سوار ہو کر اپنے لشکر کے لوگوں کو لڑنے سے روک رہی تھیں۔ اسی لئے اس جنگ کا نام جنگِ جمل پڑ گیا۔

جنگ جمل کوشش کے باوجود نہ رک سکی بلکہ بڑے گھمسان سے ہوئی یہ مسلمانوں کی آپس کی پہلی بڑی جنگ تھی جس میں دس ہزار مسلمان مارے گئے اس جنگ میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت سیّدہ عائشہؓ کی اونٹنی کو زخم آئے تو وہ بیٹھ گئی اور حضرت عائشہؓ فوراً نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ اس جنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فتح حاصل ہوئی۔ مارے جانے والے دس ہزار مسلمانوں کی نمازِ جنازہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پڑھائی اور تدفین کا حکم دیا۔ یکم رجب ۳۶ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہؓ کو ان کے سوتیلے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا اور مسلمانوں کو پر امن رکھنے کی پوری کوشش کی۔

لوگ حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کا قصاص لینا چاہتے تھے مگر قصاص نہ لیا گیا اور مسلمانوں نے آپس میں لڑ کر ایک دوسرے کا خون بھی بہا دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مدینہ منورہ کی مرکزیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کیا اور کوفہ میں نیا دارالخلافہ قائم کیا۔

جنگِ جمل کے اختتام کے بعد قریش والوں نے عملی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خلافت چلانے میں مشکلات پیدا ہو گئیں اور مذہبی فرقہ وارانہ

Marfat.com

فسادات کا آغاز ہو گیا۔ مسلمانوں کے کئی مذہبی فرقے بن گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کا خون آلود کرتہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں مسجد میں رکھوا دیں جنہیں مسجد میں آنے والے لوگ دیکھتے اور روتے۔ آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ قصاص کے معاملہ کو طول دے رہے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ ایک ہوشیار، ذہین اور بہادر سیاستدان تھے۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے اس شرط پر مکمل تعاون کا وعدہ کیا کہ کامیاب ہونے کے بعد انہیں مصر کا گورنر بنا دیا جائے۔ چنانچہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ساٹھ ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ اس لشکر کی قیادت حضرت امیر معاویہؓ نے کی اور دریائے فرات کے کنارے پہنچے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا موقف یہی تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جنگ ہو گی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسی ہزار کے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے ذوالحج ۳۶ ہجری میں کوفہ سے شام کی طرف پیش قدمی کی۔ اس لشکر میں ستر صحابہ کرامؓ بدری تھے۔ سات سو وہ صحابہ کرامؓ تھے جنہوں نے بیعتِ رضوان میں شرکت کی تھی اس کے علاوہ بارہ سو صحابہ کرامؓ اور بھی شامل تھے۔ ابتداء میں دونوں لشکروں کے درمیان سفارتی بات چیت شروع ہوئی مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت ابودرداء انصاریؓ اور حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے سمجھانے کی کوشش کی اور مشورہ بھی دیا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں مگر حضرت امیر معاویہؓ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ان دونوں بزرگوں نے جب دیکھا کہ ان کی کوشش ناکام ہو گئی ہے تو وہ جنگ سے الگ ہو گئے۔ اس کے بعد جنگِ صفین شروع ہو گئی۔ یہ جنگ زبردست جنگ تھی۔ یوں سمجھ لیں کہ اس جنگ سے مسلمانوں کے خون سے میدانِ جنگ سرخ ہو گیا۔ آخر کار ''لیلۃ الحریر'' کا مشہور تاریخی معرکہ ہوا جس میں حضرت عمرو بن العاصؓ کے مشورہ سے حضرت

Marfat.com

امیر معاویہؓ کے لشکر کے سپاہی نیزوں پر قرآنِ پاک اٹھائے ہوئے میدانِ جنگ میں آئے۔ان کا یہ نعرہ تھا کہ اب یہ کتاب ثالث ہے یہی فیصلہ کرے گی۔

قرآن پاک کو دیکھ کر دونوں طرف کے سپاہیوں نے ہاتھ روک لئے اور جنگ معطل ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سوچا کہ یہ دشمن کی چال ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے جنگ رک گئی ان کے لشکر کا ایک حصہ ناراض ہو کر الگ ہو گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ قرآنِ مجید کی بجائے ثالث کیوں مقرر کئے جا رہے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں بہت سمجھایا مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ اس ناراض گروہ کا نام ''خارجی'' رکھا گیا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ کو ثالث مقرر کیا گیا۔ دونو طرف کے ثالثوں نے آپس میں مذاکرات کر کے فیصلہ کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت سے معزول کر دیا جائے اور ان کی جگہ کوئی اور خلیفہ بنایا جائے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے کہنے پر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اعلان کر دیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے فیصلہ مسلمانوں پر چھوڑ دیا جائے تا کہ وہ اپنی مرضی کا خلیفہ چن لیں۔ اس اعلان کے بعد عمرو بن العاصؓ نے اعلان کی کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے تو اپنے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معزول کر دیا ہے لیکن میں اپنے خلیفہ حضرت امیر معاویہؓ کو معزول نہیں کرتا کیونکہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کے جانشین بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ اعلان اس فیصلے سے بالکل مختلف تھا جو انہوں نے آپس میں کیا تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حیران رہ گئے اور شرم کے مارے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ پہلے ہی سے شام کے گورنر تھے اور انہوں نے بیعت بھی نہیں کی تھی اب وہ باقاعدہ طور پر شام کا خلیفہ بن گئے۔ اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ ثالثوں کے تقرر کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگِ صفین ہار گئے۔

خارجیوں کی بغاوت کی اطلاع ملنے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے چچا

Marfat.com

زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنا سفیر بنا کر خارجیوں کے پاس مذاکرات کے لئے بھیجا لیکن وہ ناکام ہو گئے۔ مجبوراً حضرت علی کرم اللہ وجہہ ساٹھ ہزار کا لشکر تیار کر کے نہروان کے مقام پر پہنچے۔ وہاں انہوں نے خاجیوں سے خطاب بھی کیا اور مصالحت کی کوشش بھی کی مگر فائدہ نہ ہوا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اعلان کیا کہ خارجیوں میں سے جو میدانِ جنگ چھوڑ کر اپنے گھروں کو چلے جائیں گے انہیں امان دی جائے گی۔ اس اعلان پر ایک ہزار خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پناہ میں آگئے۔ خارجیوں کا ایک گروہ میدان چھوڑ کر کوفہ چلا گیا اور صرف چار ہزار خارجی میدان میں رہ گئے۔ ان چار ہزار خارجیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اگرچہ وہ بہادری سے لڑے مگر سب خارجی مارے گئے۔ یہ جنگِ نہروان ۹ صفر ۳۸ ہجری میں لڑی گئی تھی۔

جنگِ جمل میں دس ہزار مسلمان، جنگِ صفین میں ستر ہزار اور پھر جنگِ نہروان میں چار ہزار مسلمان مارے گئے۔ اس کثرت سے مسلمانوں کے قتلِ عام کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج بد دل دکھائی دینے لگی۔ جنگِ نہروان کے بعد جب حضرت امیر معاویہؓ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہماری تلواریں کند ہو چکی ہیں، ہم تھک چکے ہیں اس لئے ہم مزید نہیں لڑ سکتے۔ پھر فوجی اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ میدان میں صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے اس لئے وہ مایوس ہو کر واپس کوفہ چلے گئے اور وہاں جا کر نئے سرے سے فوج کو تیار کرنے کا ارادہ کیا مگر لوگوں نے کوئی دلچسپی نہ لی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خطبات بھی دیئے مگر خطبات کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ ملت کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ عدم تعاون کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں سے مصر، شمالی افریقہ کے علاقے بھی جاتے رہے اور کئی مقامات پر بغاوت شروع ہو گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سازشوں سے تنگ آ چکے تھے۔ انہیں حضرت امیر

Marfat.com

معاویہؓ نے پیشکش کی کہ وہ عراق کی حکومت سنبھال لیں اور شام کی حکومت ان کے لئے رہنے دیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نازک حالات میں سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراق، حجاز اور مشرقی علاقے سنبھال لئے اور شام، مصر اور مغربی ممالک حضرت امیر معاویہؓ کے قبضے میں رہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا سارا عرصہ سازشوں، بغاوتوں اور انتشار میں گزرا۔ خارجیوں کے فتنے الگ سے برپا ہوئے۔ ملک میں امن و امان درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ ہر طرف مشکلات ہی مشکلات تھیں۔ اگر ملک کے اندرونی حالات سازگار رہتے تو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے فائدہ حاصل کر سکتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

"مصائب کی انتہائیں بھی ہوتی ہیں۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو انتہا کو ضرور پہنچتی ہے۔ پس انسان کو مصیبت میں صبر کرنا چاہیے کیونکہ اس کی انتہا کی مدت سے پہلے اسے دور کرنے میں اس کی برائیاں زیادہ ہوں گی"۔ (تاریخ الخلفاء سیوطیؒ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک بلند پایہ ادیب بھی تھے۔ انہوں نے ادب و فن میں ایسی راہیں کھولیں جو ہزاروں سال گزرنے کے باوجود نہیں مٹ سکیں گی۔ دنیائے ادب آج بھی ان کے ادبی ذوق کی وجہ سے اسی طرح ثناء خواں ہے جس طرح چودہ سو سال پہلے تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بے انداز خوبیوں کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان سے محبت میں غلو کیا اور انہیں معبودوں میں شامل کر دیا اور بعض نے اتنا بغض کیا کہ ان پر بے دینی کا الزام لگایا۔ ان کی سیرت میں نفسِ انسانی کا ہر پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کا قول ہے:

"بعض لوگ مجھ سے محبت میں اتنا غلو کریں گے کہ آگ میں جھونک دئے جائیں گے اور کچھ لوگ مجھ سے اتنی نفرت کریں گے کہ انہیں دوزخ کی ڈاٹ بننا پڑے گا"۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ۵۸۶ احادیث مروی ہیں۔ وہ حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے۔ تمام خلفاء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو احادیث بیان کرنے کا زمانہ زیادہ ملا کیونکہ انہوں نے عمر زیادہ پائی۔ حضورؐ نے بھی ان سے چند احادیث لکھوائیں۔ انہوں نے حضورؐ کے لئے کاتبِ وحی کا فرض بھی انجام دیا۔ علمِ نحو کی بنیاد بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رکھی تھی۔ فقہ اور اجتہاد پر بھی عبور حاصل تھا۔ حضورؐ ایک دفعہ فرمایا:

''میں علم کا شہر ہوں تو علیؓ اس کا دروازہ ہے''۔

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''آج عمل کا دن ہے حساب کتاب کچھ نہیں ،کل آخرت کے دن حساب کتاب ہے عمل نہیں''۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیت المال کا سارا مال مستحقین میں بانٹ کر اسے خالی کردیتے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے اور فرماتے:

''تجھے گواہی دینی ہوگی کہ میں نے تجھے حق کے ساتھ بھرا اور حق کے ساتھ ہی خالی کردیا''۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ کے بیت المال سے کچھ رقم لی ہوئی تھی جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے حساب مانگا تو وہ ناراض ہو گئے اور گورنر کا عہدہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اسی طرح ان کے سگے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالبؓ نے بیت المال سے رقم مانگی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انکار کردیا تو وہ ناراض ہوکر دمشق چلے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے حکام سے بھی محاصل وخراج کا حساب سختی سے لیتے تھے اور صدقات، زکوٰۃ اور مالِ غنیمت حق داروں میں انصاف سے تقسیم کرتے تھے۔

غزوہ خیبر سے واپسی پر منزل صہبا میں عصر کی نماز کے بعد حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابھی نمازِ عصر

Marfat.com

نہیں پڑھی تھی انہیں احساس تو ہوا کہ نمازِ عصر کا وقت نکلا جا رہا ہے مگر وہ اپنا زانو نہیں ہٹانا چاہتے تھے کہ کہیں حضورؐ کی نیند میں خلل نہ ہو۔ غروبِ آفتاب کے بعد حضورؐ کی آنکھ کھلی تو انہیں اس بات کا پتہ چلا تو آپؐ کے حکم سے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نمازِ عصر پڑھی تو سورج پھر ڈوب گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے اسے جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں سوائے موت کے یعنی مرتے ہی جنت میں چلا جائے گا اور اگر لیٹتے وقت آیت الکرسی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پڑوسی کے گھر کو آس پاس کے گھر والوں کو شیطان اور چور سے امن دے گا"۔ (بیہقی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ صرف ایک عالم تھے بلکہ ایک بہترین قاضی بھی تھے۔ وہ مقدمات کے فیصلے عادلانہ کرتے تھے۔ حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

علیؓ! جب تم دو آدمیوں کا فیصلہ کرو تو صرف ایک آدمی کا بیان سن کر فیصلہ نہ کرنا بلکہ اس وقت تک فیصلے کو روکنا جب تک دوسرے کا بیان نہ سن لو"۔ (مسند ابنِ حنبل)

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ:

"علیؓ ہم سب سے بڑھ کر قاضی ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ:

"اہلِ مدینہ میں علیؓ سے بڑھ کر کوئی قاضی نہیں"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چھوٹے چھوٹے فیصلوں پر بھی اگر غور کیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک مسافر کے پاس تین روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس پانچ۔ جب وہ کھانا کھانے لگے تو ایک تیسرا مسافر بھی کھانے میں شامل ہو گیا۔ اس تیسرے مسافر نے کھانا کھانے کے بعد پہلے دو مسافروں کو آٹھ درہم دئے۔ پانچ روٹیوں والے نے پانچ درہم خود رکھ لئے اور تین درہم تین روٹیوں والے مسافر کو

Marfat.com

دے دیے مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا اور آدھی رقم لینے کا مطالبہ کر دیا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس بارے میں فیصلہ یہ کیا کہ "پانچ روٹیوں والا سات درہم اور تین روٹیوں والا ایک درہم کا حقدار ہے"۔ اس فیصلے پر سب کو حیرانی ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وضاحت فرمائی کہ تین روٹیوں کے تین تین حصے کیے جائیں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں اور پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کیے جائیں تو وہ پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں۔ اب نو اور پندرہ ٹکڑوں کا مجموعہ چوبیس بنا لہٰذا تینوں مسافروں نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے۔ اب جس شخص کے کل نو ٹکڑے تھے اس نے آٹھ ٹکڑے تو خود کھا لئے اور صرف ایک ٹکڑا تیسرے مسافر نے کھایا۔ اسی طرح دوسرے مسافر نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھا لئے اور باقی سات ٹکڑے تیسرے مسافر نے کھائے۔ اس لئے پانچ روٹیوں والا مسافر سات درہم کا حقدار بنتا ہے اور تین روٹیوں والا مسافر صرف ایک درہم کا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت عبادت گزار تھے۔ حضرت زبیر بن سعیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے کسی ہاشمی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا۔ (امام حاکمؒ)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"اللہ نے مجھے خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنایا تھا۔ میرا محل جنت میں ابراہیمؑ کے محل کے مقابل ہوگا اور علیؓ بن ابی طالب کا محل میرے اور ابراہیمؑ کے محلات کے درمیان ہوگا"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں بیشمار خوبیاں تھیں۔ ہر ایک خوبی کو اگر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے تو ضخیم کتب مرتب ہو سکتی ہیں۔ ان کی فصاحت و بلاغت اور علم و ذہانت میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ وہ احتیاط کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے۔ ان کے مخالفین ہر قسم کی پابندی سے آزاد تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود بھی ایک دفعہ اپنے بارے میں فرمایا کہ:

Marfat.com

''معاویہؓ مجھ سے زیادہ صاحب بصیرت نہیں مگر وہ فریب سے کام لیتے ہیں۔ اگر فریب ناپسندیدہ امر نہ ہوتا تو مجھ سے بڑا صاحبِ بصیرت کوئی نہ تھا''۔

مختصر یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ محدث بھی تھے فقیہہ بھی، دلیر بھی تھے رحم دل بھی، صداقت شعار بھی تھے راستباز بھی، مدبر بھی تھے مفکر بھی، خطیب بھی تھے ادیب بھی، حکیم بھی تھے فلسفی بھی۔ جن خوبیوں کا ذکر آج ہم کرتے ہیں یہی ذکر کئی دانشوروں نے ان کی زندگی میں بھی کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یکے بعد دیگرے نو شادیاں کیں۔ ان کی پہلی شادی حضور علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہؓ سے ہوئی ان کے بطن سے تین بیٹے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت محسنؓ اور دو بیٹیاں زینب کبریٰؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئے۔ حضرت محسنؓ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ حضور علیہ السلام کے وصال کے چھ ماہ بعد جب حضرت سیدہ فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے یکے بعد دیگرے آٹھ شادیاں اور کیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری شادی ام البنین بنت حزام کلابیہ سے ہوئی جن کے بطن سے چار صاحبزادے عباسؓ، اکبرؓ، عثمانؓ، جعفرؓ اور عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ یہ چاروں کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تیسری شادی لیلیٰ بنت مسعود سے ہوئی ان کے بطن سے دو بیٹے عبیداللہؓ اور ابوبکرؓ پیدا ہوئے۔ ابوبکر بن علیؓ بھی کربلا میں شہید ہوئے اور عبیداللہؓ کو الخدار میں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے شہید کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی چوتھی شادی حضرت اسماء بنت عمیس خثعمیہؓ سے ہوئی۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتقال کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں۔ ان کے بطن سے دو بیٹے یحییٰؓ اور محمدؓ پیدا ہوئے۔ حضرت اسماء کا ایک بیٹا پہلے سے تھا جس کا نام محمد بن ابی بکرؓ تھا جس کی پرورش حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کی تھی۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پانچویں شادی صہباؓ سے ہوئی جو ام حبیب بنت ربیعہؓ کے نام سے بھی پہچانی جاتی تھیں۔ان کے بطن سے عمرؓ اور رقیہؓ پیدا ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی چھٹی شادی امامہؓ بنت ابی العاص سے ہوئی۔ امامہ حضور علیہ السلام کی نواسی تھیں یعنی حضرت زینبؓ کی صاحبزادی تھیں۔ان کے بطن سے محمد اوسطؒ پیدا ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ساتویں شادی بنو حنف سے متعلق خولہؓ بنت جعفر سے ہوئی۔ان کے بطن سے ایک فرزند محمد بن علیؓ پیدا ہوئے جو اپنی کنیت کی وجہ سے محمدؒ بن حنفیہ کے نام سے مشہور رہوئے۔خولہؓ بنت جعفر مسیلمہ کذاب سے جنگ کے دوران قیدی بنا لی گئی تھیں اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حصے میں آئی تھیں اور انہوں نے اس سے نکاح کرلیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آٹھویں شادی حضرت ام سعیدؓ بنت عروہ بن مسعود ثقفی سے ہوئی۔ان کے بطن سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کے نام ام الحسنؓ او رملہ کبریٰؓ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نویں شادی محیاۃؓ بنت امر القیس سے ہوئی۔ان کے بطن سے ایک بیٹی نے جنم لیا مگر وہ بچپن ہی میں فوت ہوگئی۔

اس کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کچھ لونڈیاں بھی تھیں۔ان لونڈیوں سے ان کی جو بیٹیاں پیدا ہوئیں ان کے نام میمونہؓ، زینب صغریٰؓ، رملہ صغریٰؓ، ام کلثوم صغریٰؓ، ام ہانیؓ، ام سلمہؓ، ام جعفرؓ، خدیجہؓ ام الکرام، جمانہؓ، امامہؓ، فاطمہؓ اور نفیسہؓ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ حضرت سیدہ فاطمہؓ گھر کا سارا کام کاج خود کیا کرتی تھیں۔ایک دفعہ انہوں نے رسول اللہ علیہ السلام سے اپنے ان چھالوں کا ذکر کیا جو چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر پڑ گئے تھے اور آپؐ سے کہا کہ ایک لونڈی کا انتظام کردیں۔رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

"تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں جو تمہارے لئے خدمت گار سے بڑھ کر

Marfat.com

ترکیب یہ ہے کہ جب تم اپنے بستر پر سونے لگو تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد اللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ یہ عمل ایک خدمت گار کی نسبت تمہارے لئے بہتر ہوگا"۔

جنگِ نہروان میں شکست کے بعد خارجی اپنے ساتھیوں کے قتلِ عام کو نہیں بھلا سکے تھے۔ ان کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ ان خارجیوں میں سے تین اشخاص عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کرکے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ ان تینوں بزرگوں کو ہلاک کر دیا جائے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق تمام فساد انہی تینوں کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔

عبدالرحمٰن بن ملجم مسجد میں گیا۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز پڑھانا شروع کی تھی جونہی وہ سجدے میں گئے عبدالرحمٰن بن ملجم نے بڑھ کر اپنی تلوار سے کاری وار کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو گہرا زخم آیا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم کو لوگوں نے پکڑ لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حالت بگڑنے لگی۔ اس حالت میں لوگوں نے اپنا جانشین مقرر کرنے کی درخواست کی اور بعض لوگوں نے خلافت کے لئے حضرت حسنؓ کا نام تجویز کیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

"یہ آپ لوگوں کا معاملہ ہے آپ خود طے کریں"۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت حسنؓ کو اپنا جانشین بنانے کے لئے نامزد کیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے تینوں بیٹوں حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور محمد بن حنفیہؒ کو نصیحت کی کہ اگر وہ فوت ہو جائیں تو میری جان کے بدلے قاتل کی جان لیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زخم مندمل نہ ہو سکا اور وہ ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو اپنے خالقِ حقیقی کے پاس چلے گئے۔ حضرت امام حسنؓ نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور نمازِ جنازہ بھی پڑھائی اور کوفہ ہی میں جامع مسجد کے قریب دارالامارت میں انہیں

Marfat.com

سپردِ خاک کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر وصال کے وقت ۶۳ برس تھی وہ چار سال نو مہینے خلیفہ رہے۔ ان کے قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم کو قتل کر دیا گیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اور تقویٰ دونوں میدانِ جنگ میں متوازی چلتے رہے...... آہ......۔

اے مجاہدِ پارسا تو رونقِ گل زار تھا
جب تو گیا ویراں ہوا جو چمن گل بار تھا

مداح ترے بے انتہا جہاں ترا مدح سرا
چار سو نعرہ ترا رزم کی للکار تھا

سخت وقتِ جنگ تھا تقوا ترا خوش رنگ تھا
عجب تری شمشیر کا بے خطا ہر وار تھا

جب تو سجدہ ریز تھا وقتِ شہادت آ گیا
اللہ کو تجھ سے پیار تھا نبی ﷺ کا تو دلدار تھا

Marfat.com

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروقؓ کے چچا زاد بھائی زید بن عمرو ایک درویش منش انسان تھے۔ وہ مکہ مکرمہ کے قریش خاندان کے نامور قبیلہ عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب کعب بن لوی (نویں پشت) پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے جا ملتا ہے۔

حضرت سعید بن زیدؓ حضرت زید بن عمرو کے صاحبزادے تھے۔ حضرت سعید بن زیدؓ کی کنیت ابوالاعود تھی۔ ان کی زوجہ حضرت فاطمہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی ہمشیرہ تھیں۔

زید بن عمرو ایک معزز اور نیک انسان تھے۔ وہ بت پرستی کے سخت خلاف تھے۔ وہ زندگی بھر بت پرستی سے دور رہے۔ اسی وجہ سے قریش کے لوگ ان کے خلاف تھے۔ وہ اکثر خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ پیٹھ لگائے بیٹھے رہتے تھے۔ جب لوگ انہیں تنگ کرتے تو وہ غارِ حرا میں چلے جاتے۔ وہ اکثر کہا کرتے کہ:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں جان ہے میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم علیہ السلام پر نہیں''۔

حضور ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل کسی نامعلوم شخص نے زید بن عمرو کو قتل کر دیا اور انہیں غارِ حرا کے قریب دفن کر دیا گیا۔

جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو آپؐ سے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ نے زید بن عمرو کی دعائے مغفرت کے لئے کہا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بہتر (میں دعا کروں گا) وہ تنہا قیامت کے دن ایک امت کے برابر کی حیثیت سے اٹھایا جائے''۔

Marfat.com

حضرت سعید بن زیدؓ ایک بلند قامت گندمی رنگ کے انسان تھے۔ ان کے بال گھنے اور لمبے تھے۔ انہوں نے متعدد شادیاں کیں جن میں سے چودہ بیٹے اور بیس بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت سعید بن زیدؓ ایک سادہ زندگی گزارنے والے متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے وہ جہاد کا شوق بھی رکھتے تھے۔ انہیں دنیاوی لالچ نہیں تھا۔ وہ اتباعِ رسول ﷺ کے لئے کوشاں رہتے۔ ان کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت سعید بن زیدؓ زمانہ جاہلیت میں بھی لا الہ الا اللہ پڑھا کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے بعثت کے بعد جب دعوتِ حق کا آغاز کیا تو حضرت سعید بن زیدؓ نے فوراً اسلام قبول کیا۔ ان کی زوجہ حضرت فاطمہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت سعید بن زیدؓ اور ان کی زوجہ حضرت فاطمہؓ بنتِ خطاب سے پہلے صرف ۲۶ حضرات ایمان لائے تھے اور حضرت فاطمہؓ ستائیسویں مسلمان تھیں اور حضرت سعید بن زیدؓ اٹھائیسویں۔

حضرت سعیدؓ بن زید اور حضرت فاطمہ دونوں میاں بیوی قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حضرت خبابؓ بن الارت کو گاہے گاہے اپنے گھر بلایا کرتے تھے۔ اسلام کا نام لینے والوں پر بہت کڑا وقت تھا۔ مشرکین انسانیت کی حدیں پھلانگ کر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے میں مصروف تھے۔ اس مشکل وقت میں حضور ﷺ نے اپنے چند جاں نثاروں کے ہمراہ حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم کے گھر میں پناہ لی۔ یہ پناہ گاہ کوہ صفا کے دامن میں تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ رشتہ میں ابوجہل کے بھانجے تھے۔ ابوجہل نے حضرت عمر فاروقؓ کو جب اشتعال دلایا تو وہ تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ارقمؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے راستے میں نعیم بن عبداللہ النحام ملے۔ وہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے تیور

Marfat.com

دیکھے تو انہیں شک ہوا اور پوچھا:

''عمر کدھر کا قصد ہے''۔

حضرت عمر فاروقؓ نے کہا:

''بس آج اس شخص کا خاتمہ کرنے کے لئے جا رہا ہوں جس نے قریش میں تفرقہ ڈال رکھا ہے اور ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے''۔

نعیم بن عبداللہ نے جواب میں کہا:

''عمرؓ! خدا کی قسم تمہارے نفس نے تم کو دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ تم محمد کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو بنو عبد مناف تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے''۔

حضرت عمر فاروقؓ نے کہا:

''مجھے کسی کا خوف نہیں معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی مسلمان ہو گئے ہو، کیوں نہ پہلے تمہارا ہی سر اڑا دوں''۔

حضرت نعیمؓ نے کہا:

''تم مجھے بعد میں قتل کرنا پہلے اپنے گھر والوں کی خبر لو''۔

حضرتِ عمر فاروقؓ نے حیرانی سے پوچھا کہ:

''کون سے گھر والے''؟

حضرت نعیمؓ نے بتایا کہ:

''تمہاری بہن فاطمہؓ اور سعیدؓ بن زید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں''۔

حضرت عمر فاروقؓ حضرت نعیمؓ کی بات سن کر آگ بگولا ہو گئے اور سیدھے سعیدؓ بن زید کے گھر پہنچے۔ اس وقت حضرت خباب بن الارت بھی حضرت سعیدؓ کے گھر میں موجود تھے اور وہ دروازہ بند کر کے حضرت سعید بن زیدؓ اور ان کی زوجہ حضرت فاطمہؓ کو قرآنِ پاک کی تعلیم دے رہے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے تلاوتِ قرآن کی آواز سنی

Marfat.com

تو ان کا غصہ اور بھی تیز ہو گیا اور زور سے دروازہ پر دستک دی۔ گھر کے اندر تینوں عاشقانِ رسولؐ سمجھ گئے کہ یہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ حضرت خبابؓ گھر کے پچھلے حصے میں چلے گئے اور حضرت فاطمہؓ نے کلامِ پاک کو چھپا کر دروازہ کھولا حضرت عمر فاروقؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھا:

''میں نے سنا ہے آپ لوگ کچھ پڑھ رہے تھے''؟

حضرت سعیدؓ بن زید اور حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ:

''تم نے کچھ نہیں سنا''۔

حضرت عمر فاروقؓ غضب ناک ہو کر بولے:

''نہیں میں نے سنا ہے اور مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو''۔

یہ کہہ کر حضرت عمر فاروقؓ حضرت سعیدؓ بن زید پر جھپٹے اور ان کو بالوں سے پکڑ کر زمین پر گرایا اور پیٹنا شروع کیا۔ حضرت فاطمہؓ چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں تو حضرت عمرؓ نے غصے میں آ کر ایک لکڑی حضرت فاطمہؓ کے چہرے پر ماری جس سے وہ لہو لہان ہو گئیں اور اسی حالت میں بلند آواز سے بولیں:

''ہاں ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے، اب اسلام کا نقش ہمارے سینوں سے کبھی نہیں مٹ سکتا''۔

زخمی بہن کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حضرت عمر فاروقؓ حیران رہ گئے۔

جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو بولے:

''اچھا جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی دکھاؤ''

حضرت فاطمہؓ نے کہا:

''ہمیں ڈر ہے کہ تم اس کو ضائع کر دو گے''۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ نے قسم کھا کر کہا کہ:

''میں اسے پڑھ کر واپس کر دوں گا''۔

حضرت فاطمہؓ نے کہا:

''ہم خدا کا کلام پڑھ رہے تھے۔ جب تک تم غسل کر کے اپنا بدن پاک نہ کر لو کلام پاک کو نہیں چھو سکتے''۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اٹھ کر غسل کیا اور حضرت فاطمہؓ نے قرآن پاک کے اجزاء لا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ اس وقت سورۃ طٰہٰ ان کے سامنے تھی۔ حضرت عمرؓ نے ابھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی پڑھی تھی کہ ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ پھر جیسے جیسے تلاوت کرتے جا رہے تھے ان پر رقت طاری ہو رہی تھی۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے بے اختیاری میں کلمۂ شہادت پڑھا۔ حضرت خبابؓ بن الارت کلمۂ شہادت سن کر باہر آ گئے اور خوشی کے عالم میں کہا:

''اے عمرؓ! مبارک ہو، حضورﷺ کی دعا قبول ہو گئی۔ حضورﷺ نے کل ہی دعا مانگی تھی کہ یا اللہ! عمرو بن ہشام یا عمرؓ بن خطاب ان دونوں میں سے کسی ایک کو اسلام میں داخل فرما''۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ نے نہایت عاجزی سے حضرت خبابؓ سے درخواست کی کہ:

''جلد از جلد رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو''۔

چنانچہ حضرت خبابؓ حضرت عمر فاروقؓ کو اپنے ساتھ لے کر حضرت ارقمؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ دروازہ پر دستک دی تو صحابہ کرامؓ نے دروازہ کھولنے میں دیر کی۔ حضرت حمزہؓ نے جوش میں آ کر تلوار نکال لی اور کہا:

''اگر عمرؓ ہے تو آئے، اس کی نیت نیک نہ ہوئی تو اس تلوار سے اس کا سر اڑا

Marfat.com

دوں گا''۔

حضورؐ نے فرمایا:

''دروازہ کھول دو''۔

دروازہ کھلنے پر حضرت عمر فاروقؓ بے تابی سے اندر داخل ہوئے تو حضورؐ نے پوچھا:

''عمرؓ! تم کس نیت سے آئے ہو''؟

حضرت عمر فاروقؓ نے نہایت عاجزی سے کہا:

''اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے لئے''۔

یہ سن کر صحابۂ کرامؓ نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ:

''حضرت سعیدؓ بن زید رسول اللہؐ سے بے حد محبت کرتے تھے اور حضورؐ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ وہ انتہائی مخلص، پاکیزہ اور نہایت صابر انسان تھے۔ انہیں دنیا کا لالچ نہیں تھا اور نہ ہی کسی اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کی خواہش رکھتے تھے''۔

ایک دفعہ حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ:

''اللہ کی قسم صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی رسولؐ اللہ کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت تمہارے عمر بھر کے تمام اعمال حسنہ سے بہتر ہے چاہے عمر ہزار برس کیوں نہ ہو''۔

حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ:

''جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو کامل نہیں''۔

حضرت سعیدؓ بن زید نے حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت پر روتے ہوئے فرمایا:

''میں عمرؓ پر نہیں بلکہ خود اسلام پر روتا ہوں جس میں ان کی موت نے ایسا رخنہ ڈال دیا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہوگا''۔

حضرت عمر فاروقؓ جب مجوسی فیروز لولو کے ہاتھوں زخمی ہوئے تو حضرت سعیدؓ

Marfat.com

بن زید ان کے گھر میں تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی وہیں تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

''میں نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا، جو عرب اس وقت قید میں ہیں وہ سب آزاد ہیں''۔

حضرت سعید بن زیدؓ بولے:

''اگر آپ کسی مسلمان کو خلیفہ نامزد کر دیں تو مسلمان آپ پر اعتماد کریں گے''۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

میں نے تو صرف ان چھ اشخاص کے نام خلافت کے لئے دیئے ہیں جن سے حضورؐ آخری وقت تک خوش رہے اور جن میں خلیفہ بننے کی صلاحیت بھی ہے''۔

آپ نے حضرت سعید بن زیدؓ کو خلافت کے لئے صرف اس لئے نامزد نہیں کیا تھا کہ وہ ان کے اپنے خاندان بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت سعید بن زیدؓ نے اپنی باقی زندگی خاموشی اور سکون کے ساتھ گزاری۔ وہ سیاسی ہنگاموں سے دور ہی رہے۔ البتہ ۳۵ ہجری میں جب امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوئے تو وہ خاموش نہ رہ سکے اور ظالموں کی بھرپور مذمت کی۔ اس وقت وہ کوفہ میں تھے۔ کوفہ کی مسجد میں لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا:

> ''لوگو! خدا کی قسم میں اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ اسلام لانے کے جرم میں حضرت عمر فاروقؓ مجھے اور اپنی بہن کو باندھ دیا کرتے تھے۔ جب کہ وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور تم نے حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ جو زیادتیاں کی ہیں اگر ان کی وجہ سے کوہِ احد پھٹ جائے تو اس کا پھٹ جانا بجا ہوگا''۔

حضرت سعید بن زیدؓ کے بارے میں امام مسلمؒ، حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن

Marfat.com

عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اروئی بنت اویس نامی ایک عورت نے والیٔ مدینہ مروان بن الحکیم کے پاس شکایت کی کہ سعید بن زیدؓ نے اس کی زمین کا کچھ حصہ لے لیا ہے۔ مروان نے ان کو طلب کیا اور حقیقتِ حال معلوم کی تو سعید بن زیدؓ نے فرمایا:

''تم گمان کرتے ہو کہ میں نے اس کی زمین کا کچھ حصہ غصب کر لیا ہے حالانکہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ جو شخص ایک بالشت زمین پر بھی ظلم سے قبضہ کرے گا تو قیامت کے دن اس کو ویسی سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا''۔

جب مروان نے ان سے قسم کھانے کو کہا تو وہ اس زمین سے دستبردار ہو گئے لیکن افسوس اور رنجیدگی کے عالم میں ان کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے:

''الٰہی اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اس کو اسی زمین میں موت دے اور مسلمانوں پر میرے حق کو واضح کر دے''۔

حضرت سعید بن زیدؓ کی یہ دعا قبول ہوئی اور کچھ عرصہ بعد اروئی کی بینائی زائل ہو گئی اور وہ بینائی نہ ہونے کی وجہ سے ایک دن اپنے گھر کے کنویں میں گر کر اپنی جان کھو بیٹھی۔ اس واقعہ کے بعد اہلِ مدینہ میں یہ ضرب المثل عام ہو گئی کہ:

''خدا تجھے اندھا کرے جیسا کہ اروئی کو اندھا کیا تھا''۔

حضرت سعید بن زیدؓ ہمیشہ اتباعِ رسولؐ میں کوشاں رہتے تھے۔ زہد، تقویٰ، ایثار، اخلاص، حبِ رسولؐ ان کے خاص اوصاف تھے۔ انہوں نے مختلف غزوات میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ غزوۂ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق، غزوہ خیبر، غزوہ حنین اور طائف میں انہوں نے اپنے جوہر دکھائے اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ ۶ ہجری میں انہیں بیعتِ رضوان کا شرف بھی حاصل ہوا۔ غزوہ تبوک میں بھی تمام تکالیف خوشی سے برداشت کیں گویا کوئی شرف ایسا نہیں تھا جو قبولِ اسلام کے بعد انہیں حاصل نہ ہوا ہو۔

حضورؐ کے وصال کے بعد حضرت سعید بن زیدؓ نے خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

کے ہاتھ بیعت کی تو ایک اسلامی لشکر میں شامل ہو کر شام کا سفر کیا۔ انہوں نے اجنادین کی جنگ اور پھر محاصرۂ دمشق میں بھی حصہ لیا۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت سعید بن زیدؓ کو ایک دستے کا سربراہ بنایا۔ جنگ ہوئی تو رومیوں کا مقابلہ حضرت سعید بن زیدؓ نے بڑی جرأت اور بہادری سے کیا۔ اس جنگ کو یوم مزاج الصفر کہتے ہیں جس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ بعد میں اسلامی لشکر شام کے ایک بڑے شہر حمص کی طرف روانہ ہوا حمص کے حاکم کا نام مرلیس تھا۔ مسلمانوں نے رومیوں کا خوب مقابلہ کیا اور حضرت سعید بن زیدؓ نے حمص کے سردار مرلیس کو جنگ کے دوران ہلاک کیا۔ رومی فوج پیچھے ہٹ گئی اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

سپہ سالارِ اعظم حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے حضرت سعید بن زیدؓ کو والی دمشق مقرر کیا مگر انہیں گورنر بننا پسند نہ تھا اس وجہ سے کچھ عرصہ بعد گورنری سے مستعفی ہو گئے اور رضا کارانہ طور پر جنگ میں حصہ لیا۔ جب شام فتح ہو گیا تو حضرت سعید بن زیدؓ واپس مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں مدینہ منورہ کے نواح میں عقیق کے مقام پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔

حضرت سعید بن زیدؓ کا شمار ان خوش نصیب عظیم صحابہ میں ہوتا ہے جن کو حضورؐ نے خاص طور پر نام لے کر جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت سعید بن زیدؓ سے عشرہ مبشرہ کے متعلق بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ:

"حضرت ابوبکرؓ جنت میں ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ جنت میں ہیں۔ حضرت عثمانؓ جنت میں ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنت میں ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنت میں ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں ہیں۔ حضرت طلحہؓ جنت میں ہیں۔ حضرت زبیرؓ جنت میں ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ جنت میں ہیں۔"

Marfat.com

لیکن انہوں نے اپنا نام نہیں لیا، البتہ یہ ضرور کہا کہ:

''اگر میں چاہوں تو ایک نام کا اضافہ کر سکتا ہوں''۔

حضرت سعید بن زیدؓ کی عمر جب اسی سال ہوگئی تو ۵۲ ہجری میں جمعہ کے دن ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کا جنازہ عقیق سے مدینہ منورہ لایا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے انہیں غسل دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں قبر میں اتارا اور وہ جنت البقیع میں سپردِ خاک ہوئے ......آہ......۔

اے عقیق کے مکیں تو پارسا تھا بالیقیں
ترے سجود دلنشیں ہے کہکشاں تیری جبیں

تجھ سا بے خطر کہیں سارے جہان میں نہیں
آفریں صد آفریں تھا تو امیرِ عابدیں

تجھ سے خوب سج گئیں مجالسِ مجاہدیں
تجھ سا تو کوئی حسیں، نہیں قیاس کے قریں

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہجرتِ نبویؐ سے چالیس سال قبل ہوئی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ کا نام عامر تھا۔ ان کے والد کا نام عبداللہ ان کے دادا کا نام جراح تھا۔ ان کی کنیت ابوعبیدہ تھی۔ ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت غنمؓ تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ حارث سے تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن ان کے والد عبداللہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ان کا سلسلہ نسب فہر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ وہ ایک بلند قامت، دبلے پتلے انسان تھے۔ ان کے گال پچکے ہوئے، چہرہ لمبوترا اور داڑھی چھدری تھی۔ ان کے سامنے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ بہت نیک انسان تھے۔ بت پرستی اور شراب نوشی سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ ان کے تعلقات نیک اور اچھے لوگوں سے تھے۔ ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ وہ ایک بہادر انسان تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تاجر تھے غالباً حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے بہت قریب تھے اور لوگ ان دونوں کی بے حد عزت کرتے تھے۔

حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپؐ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دعوتِ اسلام دی اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو اسلام قبول کرنے کے لئے کہا تو وہ بھی فوراً ایمان لے آئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اسلام قبول کرنے والے

Marfat.com

نویں شخص تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی عمر انتیس برس تھی۔ وہ سابقون الاولون میں سے تھے۔

اعلانِ نبوت ہوتے ہی مشرکین مکہ نے پہلے نومسلمانوں پر بہت ظلم کئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ پر بھی مشرکین نے بہت ظلم کئے لیکن انہوں نے تمام اذیتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور دینِ اسلام پر قائم رہے۔ جب کفار کی سختیاں بڑھ گئیں اور ہجرتِ نبویؐ کا حکم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ بھی ہجرت کر کے مستقل طور پر مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں پر انہوں نے حضرت کلثوم بن الہدمؓ کے ہاں قیام کیا اور رسول اللہؐ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کا بھائی چارہ حضرت سعد بن معاذؓ سے کرا دیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے مدینہ منورہ میں اپنا حجرہ تیار کیا اور زیادہ وقت حضورؐ کی صحبت میں اور تبلیغ اسلام میں گزارنے لگے۔ سن ۲ ہجری میں میدانِ بدر میں اسلام کی پہلی تاریخی جنگ ہوئی جس میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ حضورؐ کی قیادت میں لڑے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کا باپ عبداللہ جس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا کفار کے ساتھ شامل ہو کر مسلمانوں کیخلاف جنگ لڑنے کے لئے آیا ہوا تھا اسے اپنے بیٹے سے محبت تو تھی لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا بھی مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہے تو اس کے غصہ میں مزید اضافہ ہوا۔ دورانِ جنگ اپنے بیٹے سے انتقام لینے کا جذبہ پیدا ہوا۔ عبداللہ نے طیش میں آ کر اپنے بیٹے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ پر کئی وار کئے جو خطا ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے جوش میں آ کر اپنے مشرک باپ کو ہلاک کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ان کے نام کے ساتھ ان کے باپ کی بجائے ان کے دادا کا نام پکارا جانے لگا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے اس اسلامی جوش جذبے کو اللہ تعالیٰ نے بے حد پسند فرمایا۔ سورۃ مجادلہ میں یوں ارشاد ہوا ہے۔

Marfat.com

''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا خاندان کے ہی لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب میں اللہ تعالیٰ نے ایمان تحریر کر دیا ہے اور فیضِ غیبی سے ان کی مدد کی ہے''۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کا لقب ''امین الامت'' تھا جو رسول اللہؐ نے عطا کیا تھا۔ تمام غزوات میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے بڑی گرم جوشی سے شرکت کی۔ جب غزوہ احد میں عبداللہ بن قیہ کے حملہ سے حضورؐ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور زرہ کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں اور حضورؐ زخمی ہو کر گڑھے میں گر گئے تو عبداللہ بن قیہ نے دوبارہ تلوار سے حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت ام عمارہؓ آپ کے آگے آ گئیں اور تلوار کے وار سے ان کا ایک شانہ کٹ گیا۔

جب حضورؐ کو مسلمانوں نے گڑھے سے نکالا تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ آپؐ کے رخسار مبارک دیکھ کر فکرمند ہوئے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اپنے دانتوں سے دونوں کڑیاں نکال دیں۔ اس دوران حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے دو دانت بھی شہید ہو گئے۔ کڑیاں نکل جانے کے بعد حضورؐ کے رخسار سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت مالک بن سنانؓ نے زخم پر منہ رکھ کر خون چوس لیا۔ حضورؐ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو جنت کی بشارت دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ ہجری میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو چالیس مجاہدین کا سربراہ بنا کر بنوثعلبہ کی مہم پر ذی القصہ بھیجا۔ ذی القصہ میں ڈاکوؤں نے طوفانِ غارت گری مچایا ہوا تھا۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ ذی القصہ پہنچے تو ڈاکو فرار ہو گئے۔ ایک ڈاکو پکڑا گیا جو بعد میں مسلمان ہو گیا اور حضرت ابوعبیدہؓ واپس مدینہ منورہ

Marfat.com

آ گئے۔ جو مالِ غنیمت ہاتھ لگا وہ آپؓ نے بارگاہِ نبوتؐ میں پیش کر دیا۔

حضورؐ چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ ۶ ہجری میں حضرت ابو عبیدہؓ کے ہمراہ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جو معاہدہ ہوا اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے گواہ کے طور پر دستخط کئے۔

رجب المرجب ۸ ہجری میں حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو تین سو مجاہدین کا امیر بنا کر قبیلہ جہینہ کی مہم پر بھیجا۔ اس سریہ میں ان کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت جابرؓ بھی تھے۔ جہینہ قبیلہ سمندر کے ساحل پر آباد تھا۔ مدینہ سے یہ مقام پانچ دن کی مسافت پر تھا۔ روانگی کے وقت امیر لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کو ایک تھیلی کھجوریں دی گئیں۔ انہوں نے ایک ایک مٹھی کھجوریں تمام مجاہدین کو دے دیں۔ جب راستے میں کھانے کے لئے اور کوئی چیز نہ رہی تو مجاہدین اپنی کمانوں سے درختوں کے پتے توڑ کر کھاتے تھے۔ اس لحاظ سے اس لشکر کا نام جیش الخبط (لشکرِ برگ) پڑ گیا۔ جب یہ مجاہدینِ اسلام سمندر کے کنارے پہنچے تو کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ حضورؐ کے ان جاں نثاروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سمندر کی لہروں کو حکم دیا کہ ایک بڑی مچھلی سمندر سے باہر ساحل پر پھینک دیں۔ لہروں نے حکمِ خداوندی سے ایک بہت بڑی مچھلی ساحلِ سمندر پر پھینک دی۔ یہ مچھلی ساٹھ گز لمبی تھی اور اس کی آنکھ اتنی بڑی تھی کہ اس کے حلقے میں تیرہ آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ اس مچھلی کی پسلی اتنی بڑی تھی کہ جب اسے کھڑا کیا گیا تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اونٹ پر سوار اس مچھلی کی پسلی کے نیچے سے گزر گئے۔ اس لحاظ سے اس سریہ کو سریہ سیف البحر بھی کہتے ہیں۔ تقریباً اٹھارہ دن تک حضرت ابو عبیدہؓ کا لشکر اس مچھلی کو کھاتا رہا اور اس مچھلی کی چربی کو جسم پر مل کر لشکر کے لوگ نہاتے رہے۔ اسلامی لشکر کے لوگ اس مچھلی کی وجہ سے توانا ہو گئے۔ اس مچھلی کا نام عنبر ہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ اس مہم میں بھی کامیاب ہو کر واپس مدینہ لوٹے۔

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہؓ کی سربراہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسو مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر ذات السلاسل روانہ کیا تاکہ وہاں حضرت عمرو بن العاصؓ کے لشکر کی مدد کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی شامل تھے۔ سب بڑی بہادری سے لڑے اور کامیابی حاصل کی۔

حضرت ابوعبیدہؓ ۸ ہجری میں غزوۂ مکہ میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے غزوہ حنین اور محاصرۂ طائف میں بھی شمولیت کی۔ گویا آغازِ اسلام سے لے کر آخر دم تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۱۳ ہجری میں حضرت ابوعبیدہؓ کو چار اسلامی لشکروں کا سپہ سالار مقرر کیا۔ انہوں نے ملک شام پر چاروں طرف سے حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حمص کی طرف سے لشکر کی قیادت خود حضرت ابوعبیدہؓ کر رہے تھے۔ دمشق کی طرف سے حضرت زید بن ابی سفیانؓ اردن کی طرف سے حضرت شرجیل بن حسنہؓ اور فلسطین کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ نے حملہ کیا۔ ان چاروں لشکروں کی کمک کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ بھی پہنچ گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کی سربراہی میں تمام لشکروں نے مل کر دشمن کو شکست دی۔ مسلمانوں نے جب دمشق کا محاصرہ کیا تو اس دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے مسند خلافت سنبھالی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے دمشق کے محاصرہ کو چھ ماہ تک جاری رکھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو بابِ توما، حضرت شرجیل بن حسنہؓ کو بابِ فرادیس، حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو بابِ کیسان، حضرت خالد بن ولیدؓ کو مشرقی دروازے پر مقرر کیا اور خود حضرت ابوعبیدہؓ بابِ جابیہ میں ٹھہرے۔ مسلمانوں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا لیکن مسلمانوں کو شہر کے اندر داخل ہونے کا موقع نہیں مل رہا تھا چنانچہ خالد بن ولیدؓ اور ان کے کچھ ساتھی فصیل پھلانگ کر اندر داخل ہوئے اور داخل ہوتے ہی پہرہ داروں کو

Marfat.com

ختم کیا اور دروازے کھول دیئے اور اسلامی لشکر اندر داخل ہو گیا اسی دوران حضرت حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ سے دشمن نے صلح کر لی۔ جب خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی فوجوں کی دمشق کے بازار میں ملاقات ہوئی تو خالد بن ولیدؓ کو علم ہوا کہ حضرت عبیدہؓ سے رومیوں نے صلح کر لی ہے۔ صلح ہو گئی تھی لیکن رومیوں کو یہ دکھ تھا کہ دمشق ان کے ہاتھ سے چلا گیا ہے۔

حمص اور دوسرے شہر فتح کرنے کے بعد آپ لاذقیہ پہنچے۔ یہ بڑا مضبوط شہر تھا۔ اسے فتح کرنے کے لئے حضرت ابوعبیدہؓ نے میدان میں پوشیدہ غار کھدوائے اور بظاہر محاصرہ چھوڑ کر حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر اہل شہر مطمئن ہو گئے اور کاروبار کے لئے شہر کے دروازے کھول دیئے لیکن آپ اسی شب واپس آ کر پوشیدہ غاروں میں چھپ گئے اور صبح جب شہر کے لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے تو شہر میں اچانک داخل ہو کر اسلام کا جھنڈا بلند کر دیا۔

کئی بار شکست کھانے سے رومیوں کی غیرت پھر جاگ اٹھی۔ مسلمانوں کو پوری قوت سے شکست دینے کے لئے تمام ممالک سے فوجیں اکٹھی کر لی گئیں۔ انطاکیہ میں دشمن کی افواج کا طوفان اُمڈ پڑا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ایک بار پھر تمام اسلامی افواج کو دمشق جمع ہونے کے لئے کہا۔ صلاح مشورہ کے بعد طے پایا کہ یرموک میں مورچہ بندی کی جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو صورتِ سے مطلع کیا گیا اور امداد طلب کی تو مدینہ کا ہر شخص جذبۂ جہاد کے ساتھ جنگ لڑنے کے لئے تیار ہو گیا اور تھوڑی سی کمک روانہ کر دی گئی۔

یرموک کے قریب ہی دو لاکھ سے زائد کا رومی لشکر موجود تھا۔ اس رومی لشکر کے سپاہی مسلمانوں سے سات گنا زیادہ تھے لیکن چونکہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ دیکھ چکے تھے اس لئے وہ گھبرائے ہوئے تھے۔ ان کے سپہ سالارِ اعظم نے مصالحت کے لئے قاصد

Marfat.com

بھیجا۔ جب قاصد اسلامی لشکر میں آیا تو مغرب کی نماز شروع تھی۔ نماز کے روح پرور نظارہ کو دیکھ کر بعد از نماز قاصد نے حضرت عبیدہ بن الجراحؓ سے متعدد سوالات کئے۔ سوالات کے جوابات سن کر قاصد مسلمان ہو گیا۔ لیکن مصالحت نہ ہوئی اور مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔ یہ معرکہ یرموک ۱۵ ہجری میں ہوا تھا۔ اس میں رومیوں کے ستر ہزار افراد مارے گئے اور رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں کے صرف تین ہزار مجاہدین شہید ہوئے اور مسلمانوں کو نمایاں کامیابی ہوئی۔

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے جزیرہ فتح کیا۔ جزیرہ عراق کا حصہ تھا مگر اس کی سرحد شام کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ دمشق کے والی مقرر تھے لیکن خلیفہ المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے معزول کر دئے گئے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو گورنر مقرر کر دیا۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو عبیدہ کو ایک غلام کے ذریعہ چار سو درہم بھجوائے اور غلام کو ہدایت کی کہ وہ مشاہدہ کرتا رہے کہ وہ اس رقم کو کیسے خرچ کرتے ہیں۔ غلام نے حضرت ابو عبیدہؓ کو رقم دے دی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمر فاروق کو دعا دی۔ پھر انہوں نے اپنی لونڈی کے ہاتھوں مختلف لوگوں کو پانچ پانچ سات سات درہم بھجوائے اور اس طرح تمام رقم تقسیم کر دی۔ غلام نے واپس آ کر حضرت عمر فاروقؓ کو ساری کہانی سنائی اور بتایا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس رقم میں سے اپنے لئے کچھ نہیں رکھا۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

"حضورِ اکرم ﷺ کو سب سے پیارا کون ہے"؟

تو حضورؐ نے فرمایا:

Marfat.com

''ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر ابوعبیدہؓ''۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوعبیدہ کو لکھا کہ:

''میں نے سنا ہے کہ مسلمانوں کی بعض عورتیں غیر مسلم عورتوں کے ساتھ حماموں میں جانے لگی ہیں حالانکہ جو عورت اللہ اور یومِ آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لئے حلال نہیں کہ اس کے جسم پر کسی اور کی نظر پڑے''۔

یہ خط جب حضرت ابوعبیدہؓ کو ملا تو وہ گھبرا گئے اور فرمانے لگے:

''خدایا! جو عورت ان حماموں میں محض گورا ہونے کے لئے جائے گی اس کا منہ آخرت میں کالا ہو جائے گا۔(بیہقی)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ سے صرف چودہ احادیث مروی ہیں۔ وہ سابقون الاولون میں سے تھے۔ انہوں نے دو مرتبہ ہجرت کی۔ سپہ سالار ہونے کے باوجود وہ نہایت سادہ اور معمولی لباس پہنتے تھے۔

ہشام بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ شام پہنچے اور لشکر کے قائد حضرت ابوعبیدہؓ سے ملاقات کی۔ جب ان کی رہائش گاہ پر جا کر دیکھا تو وہاں تلوار، زرہ اور سواری کے سوا مزید کوئی سامان نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور کہا:

''آپؓ کے گھر میں کچھ تو سامان ہونا چاہیے''۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے جواب میں کہا:

''میرے لئے بس یہی سامان کافی ہے''۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے دمشق میں بہت عمدہ طریقے سے انتظامات کئے۔ ۱۸ ہجری میں جب ملک میں قحط پڑا تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے چار ہزار اونٹ غلّے سے لدے ہوئے بھیجے تاکہ خوراک کی کمی پوری ہو سکے۔ اسی سال قحط کے

Marfat.com

بعد طاؤن کی بیماری پھیل گئی۔ یہ بیماری عموس سے شروع ہوئی اور بہت تیزی سے اس نے شام اور عراق کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مسلمان فوجی بھی اس مرض میں مبتلا ہو کر لقمہ اجل بننے لگے۔ طاعون کا زیادہ زور شام اور فلسطین میں تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو جب طاعون کی اطلاع ملی تو حالات کا جائزہ لینے کے لئے خود مدینہ منورہ سے سرغ کے مقام پر پہنچے اور حضرت ابو عبیدہؓ بھی سرغ گئے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ مدینہ منورہ واپس پہنچے تو انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو بلوا بھیجا حضرت ابو عبیدہؓ سمجھ گئے کہ حضرت عمر فاروقؓ انہیں وبائی علاقے سے نکالنا چاہتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایت کے مطابق حضرت ابو عبیدہؓ نے اسلامی لشکر کو مرطوب علاقوں سے نکال کر بلند اور صحت افزا مقام جابیہ پر منتقل کر دیا۔ وہ خود بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جابیہ میں رہے مدینہ منورہ نہ گئے۔ جب حضرت ابو عبیدہ جابیہ منتقل ہوئے تو انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ بھی مرض طاعون کا شکار ہو چکے ہیں جب مرض بڑھ گیا تو حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کا انتقال اٹھاون برس کی عمر میں ۱۸ ہجری میں ہوا۔ ان کی نمازِ جنازہ حضرت معاذ بن جبل انصاریؓ نے پڑھائی اور انہیں بیسان کے مقام پر دفن کیا گیا۔ ان کے دونوں بیٹے یزیدؓ اور عمیرؓ لاولد رہے۔ اس لئے ان کا سلسلۂ نسب یہاں پر ہی ختم ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاعون کی بیماری سے مرنے والا شخص شہید ہے۔ (طبقات ابن سعد، جلد۳) اس حدیث کے حوالے سے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ شہید ہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے مرنے سے پہلے فرمایا:

''میری بات غور سے سنو کہ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال بھی زندہ رہے

Marfat.com

تو آخر میں وہ بھی اسی طرح ہو گا جس طرح کہ آج میں ہوں یعنی موت سے کوئی بچ نہیں سکتا''۔

حضرت عمر فاروقؓ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے بارے میں فرماتے تھے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو انہیں اپنا جانشین مقرر کرتا۔ حضرت ابوعبیدہؓ ایک متقی عبادت گزار، ایماندار اور ہمدرد انسان تھے۔ وہ محبت و خلوص کا پیکر تھے وہ مالدار نہیں تھے۔ انہوں نے مرتے وقت ورثاء کے لئے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی......آہ......۔

تو نے سہے ظلم و ستم تھیں ہمتیں تجھ پہ ختم
عجب ترا بڑھتا رہا منزل کی جانب ہر قدم

تو بڑا خوش بخت تھا کہ نورِ ایماں سے سجا
تو جری سالار تھا ایزد کا تھا تجھ پر کرم

واہ ترا عزمِ جواں، مٹا نشانِ ستم گراں
ترے عزم میں تھا نہاں نورِ شہِ عرب و عجم

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہجرت نبویؐ سے تیس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق مکہ مکرمہ کے قریش خاندان کے قبیلہ بن زہرہ سے تھا۔ ان کے والد کا نام مالک بن وہب، ان کی والدہ کا نام حمنہؓ بنت ابی سفیان تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی کنیت ابواسحٰق تھی۔ ان کا تعلق بنی ہاشم اور بنی امیہ سے بھی تھا۔ ان کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں حضرت محمد ﷺ سے کلاب پر ملتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی حقیقی پھوپھی ہالہ کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب سے ہوا تھا جن کے بطن سے حضرت حمزہؓ پیدا ہوئے تھے یعنی حضرت حمزہؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی عمر تقریباً سترہ یا اٹھارہ سال ہوگی جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوتِ توحید پر انہوں نے دینِ اسلام قبول کیا۔ ان کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان ان سے اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے ناراض تھیں۔ اپنی والدہ کے منع کرنے کے باوجود وہ اسلام سے منحرف نہ ہوئے۔ جب ماں نے اپنے بیٹے کا جذبہ ایمان دیکھا تو وہ نرم پڑ گئیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مکہ مکرمہ ہی میں پروان چڑھے۔ جب جوان ہوئے تو فنِ تیراندازی سیکھ لیا۔ جب حضورؐ نے ہجرتِ مدینہ کا حکم دیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے۔ یہ دونوں بھائی اپنے بڑے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے ہاں مدینہ منورہ میں مقیم ہوئے۔

Marfat.com

بڑا بھائی عتبہ بن ابی وقاص پہلے سے مدینے منورہ میں مقیم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا اسلامی بھائی چارہ مکہ میں حضرت مصعب بن عمیرؓ سے قائم کیا تھا لیکن مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ان کا اسلامی بھائی چارہ آپؐ نے حضرت سعد بن معاذؓ سے قائم کیا۔ حضرت سعد بن معاذؓ قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ رسول اللہؐ کو ان پر بہت اعتماد تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے تقریباً تمام غزوات میں حصہ لیا۔ میدانِ بدر میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان سب سے پہلی جنگ ہوئی ۔ دونوں بھائی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عمیرؓ اس جنگ میں شریک ہوئے۔ حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ اگر چہ کم سن نوجوان تھے لیکن ان کا جوش جذبۂ جہاد بہت بلند تھا اسی وجہ سے رسولؐ اللہ نے انہیں جنگ کی اجازت دی۔ دونوں بھائی بڑی بہادری سے لڑے۔ جنگ کے دوران لشکرِ کفار کا سردار سعید بن العاص حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ہاتھوں ہلاک ہوا اور حضرت عمیر بن ابی وقاص عمرو بن عبدو کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۳ ہجری میں غزوۂ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضورؐ کی قیادت میں مشرکین سے لڑے۔ اسی دوران دشمن نے عقب سے حملہ کر دیا اور حضورؐ دشمنوں کے نرغے میں آگئے تو آپؐ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تیر چلانے کے لئے فرمایا۔ حضورؐ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تیر دیتے رہے اور فرماتے رہے:

"اے سعدؓ تیر مار تجھ پر میرے ماں باپ قربان"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے نہیں سنا کہ آنحضرت ﷺ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے سوا کسی اور سے فرمایا ہو کہ میرے ماں باپ تجھ پر قربان"۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے جنگِ احد میں حضرتِ محمد ﷺ کے ساتھ صرف دو مرد دیکھے جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے اور آپؐ کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ میں نے نہ تو انہیں پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی کبھی اس کے بعد دیکھا"۔

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے غزوۂ خندق، فتح مکہ اور محاصرۂ طائف میں بھی شرکت کی اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ غزوۂ مکہ کے موقع پر تین علم برداروں میں سے ایک علم بردار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ ۱۰ ہجری میں وہ حجۃ الوداع میں بھی شامل ہوئے۔ وہ غزوۂ تبوک میں بھی شریک ہوئے تھے البتہ غزوہ حنین میں شمولیت نہیں کر سکے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مکہ مکرمہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر شدید بیمار ہو گئے۔ ان کی عیادت کے لئے حضورؐ تشریف لائے تو ان سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا:

''یارسول اللہؐ! میری ایک ہی بیٹی ہے جو میری وارث ہے۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو میرے پاس جو مال ہے اس کا ایک حصہ بیٹی کو دے کر باقی دو حصے صدقہ میں دے دوں''۔

جواب میں حضورؐ نے فرمایا:

''صرف ایک حصہ صدقہ دے دو اور دو حصے وراثت میں دے دو۔ اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ گے تو وہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا حتیٰ کہ بال بچوں کے منہ میں جو نوالہ دیتے ہو اس کا بھی تمہیں ثواب حاصل ہوگا''۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیماری کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں فوت نہ ہوں۔ اس خواہش کا ذکر جب حضورؐ سے کیا تو حضورؐ نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا:

''اے سعد! تم اس وقت تک فوت نہیں ہو گے جب تک تم ایک قوم کو نقصان اور دوسری کو نفع نہ پہنچا لو''۔

حضورؐ کی دعا قبول ہوئی یعنی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ صحت یاب ہو گئے اور انہوں نے ایران کو شکست دے کر ان کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور عرب قوم نے اس

Marfat.com

کا فائدہ اٹھایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ہوازن کے گورنر رہے۔ انہوں نے جہاد کے لئے ایک ہزار مجاہدین لشکرِ اسلام میں روانہ کئے۔ اس وقت ایران کی پوری قوم متحد ہو گئی تھی۔ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں بدامنی تھی اور بغاوت شروع تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اطلاع ملنے پر اعلانِ جہاد کر دیا اور اکابر صحابہؓ نے سپہ سالاری کے لئے باتفاق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بہتر خیال کیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو سپہ سالارِ اعظم مقرر کیا۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو ان کے لشکر کی تعداد چار ہزار تھی۔ وہ نہایت خوداعتمادی سے لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ جب وہ شراف پہنچے تو لشکر کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس لشکر میں ستر (۷۰) صحابہؓ بدری تھے، تین سو صحابہ کرامؓ وہ تھے جنہوں نے بیعت الرضوان میں شرکت کی تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے لشکر کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور شراف سے قادسیہ روانہ ہوئے۔ راستے میں عذیب کے مقام پر عجمیوں کے اسلحہ خانہ پر قبضہ کر لیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے لشکر میں سے چودہ اشخاص کو منتخب کر کے ایک وفد بنایا۔ اس وفد کا سربراہ حضرت نعمان بن مقرن سفراءؓ کو مقرر کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس وفد کو مذاکرات کے لئے دشمنوں کے لشکر میں بھیجا، مدائن پہنچ کر وفد نے انہیں کہا:

"یا تو اسلام قبول کر لو یا جزیہ دینا قبول کر لو یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ"۔

یہ سن کر ایران کا بادشاہ طیش میں آ گیا۔ اس نے نہایت حقارت سے زمین کی مٹی منگوا کر وفد کو دے کر کہا: "تمہیں یہ ملے گا"۔

عاصم بن عمروؓ نے یہ مٹی سنبھال لی اور حضرت نعمان بن مقرن سفراءؓ کے ساتھ واپس آ گئے۔ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا:

Marfat.com

"دشمن نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی زمین دے دی ہے"۔

دریائے فرات کے کنارے عجمی سپہ سالار رستم اپنی فوج کے ساتھ پہنچ گیا۔ دونوں لشکروں کے درمیان سفیروں کے ذریعہ گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے پہلے حضرت ربعی بن عامرؓ کو بھیجا۔ پھر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو روانہ کیا لیکن سپہ سالار رستم سے ان کی بات نہ بن سکی۔ ایرانی فوج نے دریا پار کیا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ڈٹ کر لڑے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے مرض عرق النساء کی وجہ سے خالدؓ بن عرطفہ کو اپنا قائم مقام بنایا البتہ تمام احکام اور ہدایات وہ خود دیتے رہے۔ مسلمانوں کے تیس ہزار مجاہدین تھے جبکہ ایرانیوں کے دو لاکھ کے لشکر کے ساتھ تیس ہزار ہاتھی بھی شامل تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے قاعدہ کے مطابق اللہ اکبر کے تین نعرے بلند کئے اور چوتھے نعرے پر جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ باقاعدہ اپنی ہدایات پرچوں پر لکھ کر دیتے رہے۔ ان ہدایات کے مطابق جنگ کا اسلوب بدلتا رہا۔ تمام دن خوب جنگ ہوئی۔ شام ہوئی تو دونوں فریق اپنے اپنے پڑاؤ میں واپس آئے۔ قادسیہ کے اس پہلے معرکہ کو "یوم الارمات" کہتے ہیں۔ دوسرے روز پھر جنگ ہوئی تو شام کی امدادی فوجیں پہنچ گئیں جس سے مسلمانوں کا جوش دوبالا ہو گیا۔

ابو محجن ثقفی کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے شراب نوشی کے الزام میں قید کر رکھا تھا۔ اس قیدی نے جب اسلامی لشکر کا ولولہ انگیز منظر دیکھا تو بیقرار ہو گیا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی بیوی سے التجا کی کہ اس وقت مجھے آزاد کر دو میں جنگ میں حصہ لینا چاہتا ہوں اگر جنگ سے بچ کر واپس آ گیا تو پھر خود آ کر بیڑیاں پہن لوں گا لیکن جب سلمیٰؓ نے انکار کیا تو حسرت سے کچھ اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا:

"اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ سب سوار نیزہ بازی کر رہے ہیں
اور میں زنجیر میں بندھا ہوا ہوں۔ جب میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو
زنجیر مجھے کھینچ لیتی ہے اور دروازے اس طرح سامنے بند کر دئے
جاتے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے"۔

Marfat.com

سلمیٰؓ ان کے اشعار سے متاثر ہوئی اور قیدی کی بیڑیاں کاٹ دیں۔ ابو محجن نےؓ آزاد ہوتے ہی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ میں شرکت کی اور اپنی شجاعت اور بہادری سے سب کو حیران کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی بہت متاثر ہوئے۔ شام کے وقت جب جنگ ختم ہوئی تو ابو محجنؓ نے خود واپس آ کر بیڑیاں پہن لیں۔ سلمیٰؓ نے جب یہ حالات حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بتائے تو انہوں نے کہا:

''خدا کی قسم میں ایسے فدائی اسلام کو سزا نہیں دے سکتا''۔

اور اسی وقت ابو محجنؓ کو رہا کر دیا۔ ابو محجنؓ نے آئندہ شراب نوشی سے توبہ کر لی۔

تیسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ آج آخری فیصلہ ہوگا لیکن شام تک جنگ زور و شور سے جاری رہی اور کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ زیادہ پریشانی ہاتھیوں کی وجہ سے تھی۔ ہاتھی جس طرف کا رخ کرتے صفیں درہم برہم کر دیتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے قعقاعؓ اور چند دیگر بہادر سپاہیوں کو کہا کہ تم ہاتھیوں کو مار دو تب فتح تمہاری ہے۔ سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی اور بڑے بڑے ہاتھیوں کو مار دیا۔ باقی ہاتھی خود بخود بھاگ گئے۔ جب میدان ہاتھیوں سے صاف ہو گیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی فوج کو دوبارہ ترتیب دیا اور حکم دیا کہ جب میں تیسرا نعرہ بلند کروں تو غنیم پر حملہ کر دیا جائے۔ ابھی پہلا ہی نعرہ بلند ہوا تھا کہ قعقاعؓ نے جوش میں آ کر حملہ کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا:

''اے خدا! قعقاعؓ کو معاف کرنا اور اس کا مددگار رہنا''۔

سارا دن اور ساری رات جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر مسلمانوں نے ایرانیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے۔ رستم مجبور ہو کر بھاگا مگر ہلالؓ نامی ایک مسلمان سپاہی نے تعاقب کر کے اسے قتل کر دیا۔

۱۵ ہجری میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے معرکۂ قادسیہ کے بعد تمام عراق عرب کو فتح کرنے کا تہیہ کر لیا۔ ایرانی بابل میں پناہ گزین تھے اس لئے سب سے پہلے

Marfat.com

اسی طرف بڑھے لیکن بڑے بڑے سرداروں نے صلح کر لی اور بابل تک جگہ جگہ پل تیار کروا دئے تا کہ اسلامی فوجیں آسانی سے گزر سکیں۔ بابل پہنچ کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک ہی حملہ میں اسے فتح کر لیا اور خود یہاں قیام کر کے فوجیں آگے روانہ کر دیں ان فوجوں نے کوثی پہنچ کر وہاں کے رئیس شہریار کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ کوثی وہ تاریخی جگہ ہے جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کیا تھا۔ قید خانہ کی جگہ اس وقت تک محفوظ تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب بابل سے تشریف لائے تو اس جگہ کی زیارت کے لئے گئے۔

کوثی سے آگے پایہ تخت کے قریب ایک مستحکم مقام بہرہ شیر تھا جہاں خاص کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا اسی وجہ سے اس مقام کو بہرہ شیر کہا جاتا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا لشکر جب اس شہر کے قریب پہنچا تو شیر کو مقابلہ کے لئے چھوڑا گیا لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی ہاشمؓ نے بڑی صفائی سے تلوار کا وار کر کے شیر کو ڈھیر کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس بہادری پر خوش ہو کر ان کی پیشانی چوم لی۔

پورے دو ماہ تک بہرہ شیر کا محاصرہ رہا اور اس دوران متعدد جنگیں ہوئیں لیکن فائدہ نہ ہوا۔ ایرانی فوجیں ایک دفعہ پھر جوش و خروش کے ساتھ قلعہ سے باہر آئیں اور دیر تک لڑتی رہیں۔ اسی دوران ایرانیوں کا ایک سپہ سالار شہر براز ایک مسلمان سپاہی کے ہاتھوں مارا گیا اور عجمی فوجیں بھاگ گئیں اور شہر والوں نے صلح کر لی۔

بہرہ شیر اور مدائن کے درمیان دجلہ حائل تھا۔ مسلمانوں کے خوف سے ایرانیوں نے تمام پل توڑ دئے لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فوج کو مخاطب کر کے کہا: برادرانِ اسلام! دشمن نے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لی ہے۔ آؤ دریا تیر کر پار کر لیں"۔ یہ کہہ کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اپنے سپہ سالارِ اعظم کی جرأت دیکھ کر تمام فوج نے بھی جوش کے ساتھ گھوڑے دریا میں ڈال دئے اور دوسرے کنارے پر جا پہنچے۔ ایرانی یہ جوش کا منظر دیکھ کر بھاگ گئے تاہم سپہ سالار جوزاد معمولی فوج کے ساتھ جما رہا اور مزاحمت کی لیکن مسلمانوں نے وار کر کے اسے بھی ڈھیر کر دیا اور مدائن پہنچ کر

Marfat.com

شاہی محلات پر قبضہ کرلیا۔ شاہِ ایران پہلے ہی بھاگ چکا تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب مدائن میں داخل ہوئے تو ہر طرف خاموشی تھی۔ مدائن فتح ہونے کے ساتھ تمام عراق وعرب پر قبضہ ہو گیا۔ بڑے بڑے رؤساء اور جاگیرداروں نے صلح کر لی اور تمام ملک میں امن وامان کا اعلان کر دیا گیا۔ جو لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے واپس آ گئے اور حاکم ومحکوم کے درمیان بہترین تعلقات پیدا ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مدائن کو صوبہ بنایا اور نظم ونسق میں مصروف ہو گئے۔ کسی غیر قوم پر حکمرانی کرنا اور بہترین اصولوں پر مرتب کرنا ایک مشکل کام ہے لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنی فطری قابلیت کے باعث ان دونوں مشکلات پر غالب آئے۔ انہوں نے جس خوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے اس زمانہ میں ممکن نہ تھا۔ تمام عراق کی مردم شماری اور پیمائش کرائی۔ مفتوحہ اراضی کو ملک کے اصلی باشندوں کے پاس رہنے دیا۔ جس زمین کا کوئی وارث نہ تھا اس کا نئے سرے سے بندوبست کیا۔ لگان اور جزیہ کے اصول بنائے اور رعایا کے لئے امن کے انتظامات کیے۔ عجمیوں کے ساتھ بڑی محبت وشفقت سے پیش آئے۔ بڑے بڑے امراء اور رؤساء متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ویلم کی چار ہزار فوج جو شاہی رسالہ کے نام سے موسوم تھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک عرصہ مدائن میں رہنے کے بعد محسوس کیا کہ یہاں کی آب وہوا نے اہلِ عرب کی صحت خراب کر دی ہے اور حضرت عمر فاروقؓ کو اس بارے میں بتایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حکم دیا کہ عرب کی سرحد میں مناسب سرزمین تلاش کر کے ایک نیا شہر بسائیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس حکم کے مطابق مدائن سے نکل کر ایک موزوں جگہ کا انتخاب کر کے کوفہ کے نام سے ایک بڑے شہر کی بنیاد ڈالی۔ شہر کے وسط میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی۔ اس مسجد میں تقریباً چالیس ہزار نمازیوں کی گنجائش تھی۔ مسجد کے قریب بیت المال کی عمارت اور اپنا محل تعمیر کرایا جو قصرِ سعدؓ کے نام سے مشہور ہوا۔

Marfat.com

حضرت سعدؓ کا محل چونکہ بازار کے وسط میں تھا اس لئے شور کی وجہ سے وہاں بات چیت سننا بھی دشوار تھا اس وجہ سے انہوں نے محل کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنوائی اور اس میں پھاٹک لگوایا۔ کسی شخص نے اس ڈیوڑھی کے بارے میں بارگاہِ خلافت میں اطلاع دی۔ چنانچہ اس خیال سے کہ کہیں یہ ڈیوڑھی اہلِ حاجت کے لئے رکاوٹ نہ بنے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو حکم دیا کہ کوفہ جا کر ڈیوڑھی کو آگ لگا دو۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اطاعت شعاری کے ساتھ خاموشی سے ڈیوڑھی کو جلتا دیکھتے رہے۔

یہ سب کچھ چونکہ کوفہ کے لوگوں کے شکایت کرنے پر ہوا تھا اس لئے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ کوفہ کے لوگوں سے بدظن ہو گئے کیونکہ وہ گاہے گاہے مدینہ منورہ جا کر حضرت عمر فاروقؓ سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی شکایات کرتے تھے۔ ان شکایات کی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو گورنری کے عہدے سے معزول کر کے ان کا آدھا اثاثہ بیت المال میں جمع کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو کسی بد دیانتی یا نا اہلی کی وجہ سے برطرف نہیں کیا بلکہ افتراق سے بچنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ برطرف ہو جانے کے بعد کوفہ سے مدینہ منورہ چلے گئے۔

جب حضرت عمر فاروقؓ پر ایک مجوسی غلام ابولولو نے حملہ کیا تو انہوں نے جانشینی کے لئے جن چھ صحابہ کرامؓ کو منتخب کیا تھا ان میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا نام بھی شامل تھا لیکن وہ رضا کارانہ طور خلافت کی امیدواری سے دستبردار ہو گئے۔ جب حضرت عثمان غنیؓ کو خلیفہ سوئم منتخب کیا گیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو دوبارہ کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ وہاں وہ تین سال گورنر رہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بیت المال سے کچھ قرض لیا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت بیت المال کے مہتمم تھے انہوں نے قرضہ کی واپسی کا تقاضا کیا تو انہوں نے معذرت کی۔ اس تنازعے کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت سعد

Marfat.com

بن ابی وقاصؓ کو ایک بار پھر کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ ولیدؓ بن عتبہ کو نیا حاکم مقرر کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ معزول ہونے کے بعد پھر مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں مدینہ کے قریب وادیٔ عتیق میں اپنے لئے ایک مکان تعمیر کیا اور وہاں رہائش اختیار کر لی۔

خلیفۂ سوئم حضرت عثمان غنیؓ جب باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ چہارم بنے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ان کے ہاتھ بیعت کی۔ آخر میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو مایوسیوں نے گھیر لیا اور وہ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے اور عبادت الٰہی میں زندگی گزارنے لگے۔ آخری دنوں میں ان کی بینائی بھی چلی گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رات کو عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ ان کی طبیعت میں عجز و انکسار تھا۔ انہیں حکومت کرنے کا جنون ہرگز نہیں تھا۔ انہوں نے ایک بار رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ:

"یا رسولؐ اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوۃ کر دے"۔

آپؐ نے جواب دیا:

> "اے سعدؓ اپنی خوراک پاک کرو گے تو مستجاب الدعوۃ ہو جاؤ گے۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے آدمی اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس دن تک قبولیت سے محرومی رہتی ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے لوگ ان کی بددعا سے خوف کھاتے تھے۔ وہ غریبوں کی مدد کرتے تھے اور لوگوں سے حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے اور ان کے مسائل حل کرتے تھے۔ وہ نہایت عاجزی سے عبادت کرتے تھے۔ عبادت کے دوران ان پر رقت طاری ہو جایا کرتی اور رو رو کر ان کی ڈاڑھی تر ہو جایا کرتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل رکھتے تھے۔ وہ نہایت احتیاط سے حدیث اور

Marfat.com

روایات بیان کرتے تھے۔ ان سے دو سو پندرہ احادیث مروی ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کوئی حدیث بیان کریں تو اس بارے میں کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ صحابۂ کرامؓ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں کچھ نازیبا گفتگو کر رہا تھا۔ حضرت سعدؓ کو اچھا نہ لگا تو فرمایا:

''میرے بھائیوں کی غیبت نہ کرو''۔

لیکن وہ شخص باز نہ آیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''یا الٰہی ! اگر وہ باتیں جو یہ شخص کر رہا ہے تیری مرضی کے خلاف ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے اس شخص پر مصیبت نازل ہو تا کہ لوگ عبرت پکڑیں''۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ابھی دعا سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک اونٹنی آئی اور اس شخص کو دانتوں سے پکڑ کر چیر ڈالا اور وہ لوگوں کے سامنے کیفرِ کردار تک پہنچ گیا۔ لوگ حضرت سعدؓ کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے:

''یا ابو اسحاق! آپ کو مبارک ہو آپ کی دعا قبول ہو گئی''۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے نو شادیاں کیں۔ ان کی ازدواج کے نام یہ ہیں:

۱۔ بنتِ شہابؓ ۲۔ بنتِ قیس بن معدی کربؓ ۳۔ امِ عامر بنتِ عمروؓ ۴۔ زید
۵۔ امِ بلال بنتِ ربیعؓ
۶۔ امِ حکیمؓ بنت تارظ ۷۔ سلمیٰؓ بنت حفص ۸۔ ظبیہؓ بنتِ عامر ۹۔ امِ حجرؓ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے سترہ (۱۷) بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ عمرؓ ۲۔ محمدؓ ۳۔ اسحاق اکبرؓ ۴۔ عامرؓ ۵۔ ابراہیمؓ
۶۔ عبداللہ اصغرؓ ۷۔ اسماعیلؓ ۸۔ اسحاق اصغرؓ ۹۔ موسیٰؓ

Marfat.com

۱۰۔عبداللہ	۱۱۔عبدالرحمٰنؓ	۱۲۔عمیر اکبرؓ	۱۳۔عمیر اصغرؓ
۱۴۔عمروؓ	۱۵۔عمرانؓ	۱۶۔صالح	۱۷۔عثمانؓ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سترہ (۱۷) بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ام الحکیم کبریٰؓ	۲۔حفصہؓ	۳۔ام القسمؓ	۴۔کلثومؓ
۵۔امِ عمرانؓ	۶۔ام الحکیم صغریٰؓ	۷۔امِ عمروؓ	۸۔امِ موسیٰؓ
۹۔ہندؓ	۱۰۔ام الزبیرؓ	۱۱۔حمنہؓ	۱۲۔ام عمرؓ
۱۳۔ام ایوبؓ	۱۴۔ام اسحاقؓ	۱۵۔ملہؓ	۱۶۔عمرہؓ
۱۷۔عائشہؓ			

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات ۵۵ ہجری میں ہوئی تھی۔ وفات کے وقت ان کی عمر پچاسی سال تھی۔ وہ عشرہ مبشرہ کے انتقال پانے والے آخری صحابی تھے۔ ان کی وصیت کے مطابق انہیں اس جبّے میں کفنایا گیا جو انہوں نے غزوۂ بدر میں پہنا تھا۔ یہ جبہ انہوں نے پچاس سالوں سے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ ان کا جنازہ عقیق سے مدینہ منورہ لایا گیا۔ نمازِ جنازہ مروان بن الحکم نے پڑھائی۔ ازدواجِ مطہراتؓ جو اس وقت زندہ تھیں نے بھی نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ وہ اپنی زندگی میں عظیم الشان کارناموں کی ایک شاندار یادگار چھوڑ گئے جن کی ستائش قیامت تک ہوتی رہے گی۔

اے شیر دل فاتح عظیم عجب ترا عزمِ صمیم
غزوات میں تو تھا سہیم عدو کیا تو نے عدیم

جب بھی کیا تو نے عزم تھا ترا پختہ قدم
تھا عجب ترا ذوقِ رزم تو مجاہد تھا عظیم

Marfat.com

عجب تو محوِ جنگ تھا سارا زمانہ دنگ تھا
عجب جدل کا رنگ تھا جوشِ جدل تیرا وسیم

بشارتِ بہشت بھی ہے حضورؐ سے تجھ کو ملی
مرقد ترا روشن رہے بدولتِ فضلِ کریم

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ واقعہ فیل کے دسویں سال مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے دس سال چھوٹے تھے یعنی بعثت کے وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی عمر تیس برس تھی۔ان کی کنیت ابو محمد تھی۔ان کے والد کا نام عوف اور ان کی والدہ کا نام شفاء تھا۔ یہ دونوں ہی زہری قبیلہ سے تھے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا شجرۂ نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ ﷺ سے گلاب پر ملتا ہے۔ان کا پیدائشی نام عبدعمرو تھا۔ جب وہ ایمان لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰنؓ رکھ دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سرخ و سفید رنگ و روپ کے قد آور ایک خوش شکل انسان تھے۔ان کی ڈاڑھی دراز، ناک لمبی اور اونچی تھی اور پلکیں گھنی تھیں۔ان کی شخصیت نہایت پرکشش تھی ان کا پیشہ تجارت تھا۔ ان کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے دوستانہ تعلقات بھی تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے فوراً قبول کر لی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا زیادہ وقت حضورؐ کی صحبت میں گزرنے لگا۔

آغازِ اسلام میں مشرکینِ مکہ نے جو ظلم و ستم مسلمانوں پر کیے تھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی ان کا نشانہ بنے مگر انہوں نے تمام تکالیف اور سختیاں برداشت کیں اور اپنے دینِ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ کفار کا ظلم جب حد سے بڑھ گیا تو ۵ نبوی میں انہوں نے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حبشہ میں کسی نے افواہ اڑادی کہ مکہ مکرمہ میں تمام لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر حضرت

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن عوفؓ واپس مکہ مکرمہ چلے گئے لیکن وہاں جا کر انہیں پتہ چلا کہ مکہ مکرمہ میں کفار مسلمانوں پر بدستور سختیاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دوبارہ ہجرت کر کے حبشہ آ گئے اور وہاں چند سال گزارنے کے بعد پھر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ مکہ مکرمہ میں حضورؐ نے ان کا بھائی چارہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے قائم کیا۔

۱۳ نبوی کو جب حضورؐ نے مدینہ منورہ کی ہجرت کا حکم دیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں حضورؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بھائی انصار کے ایک معزز شخص حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ سے کرا دیا۔ حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ بڑے مالدار، بہت سخی اور مہمان نواز تھے۔ وہ انہیں اپنے ساتھ گھر لے گئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنے مال و دولت میں سے نصف حصہ دینے کی پیشکش کی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جو آپؓ کو پسند آئے اسے میں طلاق دے دیتا ہوں تاکہ عدت پوری ہونے کے بعد آپؓ اس سے نکاح کر لیں مگر یہ پیشکش حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی غیرت کے منافی تھی چنانچہ انہوں نے فرمایا:

> "اللہ آپؓ کے مال میں برکت دے۔ آپؓ مجھے صرف بازار کا رستہ دکھا دیں مجھے آپؓ کے مال و دولت یا بیوی کی ضرورت نہیں"

چنانچہ لوگوں نے انہیں بنی قینقاع کے بازار میں پہنچا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک تجربہ کار تاجر تھے۔ انہوں نے تجارت میں بھرپور دلچسپی لینا شروع کی۔ آہستہ آہستہ کاروبار پھیلتا گیا اور دولت جمع ہوتی گئی۔ انہوں نے مسجدِ نبویؐ کے قریب اپنے لئے مکان تعمیر کروایا۔ کچھ عرصہ بعد حضورؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دیکھا کہ ان پر زعفران کا زرد رنگ لگا ہوا ہے۔ یہ شادی کی علامت تھی۔ حضورؐ نے پوچھا:

> "عبدالرحمٰنؓ! یہ زردی کیسی ہے"؟

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جواب میں کہا:

Marfat.com

''میں نے ایک انصاری بنتِ حبیبہ سے نکاح کیا ہے''۔

حضورؐ نے پوچھا:

''مہر کتنا ادا کیا ہے''؟

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا:

''ایک گٹھلی سونا''

تو حضورؐ نے فرمایا:

''پھر ولیمہ تو کرو، زیادہ نہیں تو ایک بکری ہی سہی''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو حضورؐ سے بہت محبت تھی۔ وہ حضورؐ سے جدا ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؐ باہر نکلے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی ان کے پیچھے پیچھے گئے۔ حضورؐ ایک باغ میں جا کر سجدہ میں گر گئے اور کافی دیر تک سجدہ میں رہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو خوف ہوا۔ گھبرا کر حضورؐ کے قریب آئے۔ حضورؐ نے سجدہ سے سر اٹھا کر کہا:

''جبریلؑ نے مجھے بشارت دیتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو آپؐ پر درود بھیجے گا میں اس پر درود بھیجوں گا اور جو آپؐ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا''۔

یہ طویل سجدہ دراصل سجدۂ شکر تھا۔

جب ۲ ہجری کو غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضورؐ کے ساتھ ساتھ تھے۔ وہ اسلام اور کفر کی پہلی جنگ غزوۂ بدر میں بہت بہادر سے لڑے۔ ان سے روایت ہے کہ:

''بدر کے دن میں صف میں کھڑا تھا کہ میری نظر عفراء کے دو بیٹوں معاذؓ اور معوذؓ پر پڑی۔ یہ دونوں بھائی انصار تھے۔ ان میں سے پہلے ایک بھائی نے میرے کان میں آہستہ سے پوچھا:

''یا عم! ابوجہل کون ہے''؟

Marfat.com

میں نے کہا:

"بھتیجے! تجھے اس سے کیا کام ہے"؟

اس نے کہا:

"میں نے خدا کی قسم کھائی تھی کہ یا تو میں ابوجہل کو قتل کروں گا یا خود مارا جاؤں گا"۔

پھر دوسرے نوجوان نے بھی چپکے سے مجھ سے یہی بات پوچھی جس کا علم دوسرے بھائی کو نہ ہوا۔ میں نے انہیں اشارہ کر کے ابوجہل دکھا دیا۔ ان دونوں بھائیوں نے اسے دیکھتے ہی اس پر حملہ کر کے ہلاک کر دیا۔ اس کا بیٹا عکرمہ بن ابوجہل اپنے باپ کی مدد کو لپکا مگر ابوجہل کا کام تمام ہو چکا تھا۔

امیہ بن خلف سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے امان کا وعدہ کر رکھا تھا۔ امیہ بن خلف جنگِ بدر میں شریک تھا۔ چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنے وعدہ کے پکے تھے۔ وہ اسے بچانا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ اسے لے کر ایک پہاڑی پر چلے گئے۔ حضرت بلالؓ اور دوسرے مجاہدین نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے امیہ کے بیٹے علی کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ امیہ بن خلف کو لٹا کر اوپر خود لیٹ گئے۔ جب انصار نے دیکھا تو طیش میں آ گئے اور نیچے ہاتھ ڈال کر امیہ پر حملہ کر کے ہلاک کر دیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ایک ٹانگ زخمی ہو گئی۔

جب حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو غزوہ بدر میں ابوجہل کی خبر لانے کو بھیجا تو وہ میدانِ بدر میں تلاش کرتے کرتے ابوجہل کے پاس پہنچ گئے اور انہیں معلوم ہوا کہ معاذؓ اور معوذؓ دونوں بھائیوں کے حملہ سے ابوجہل موت کے قریب ہے ابھی اس میں جان باقی تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کی ڈاڑھی پکڑ کر پوچھا:

"تو ابوجہل ہے"؟

تو ابوجہل نے کہا:

"مجھ سے بڑھ کر کون ہوگا جسے اس کی قوم نے قتل کیا ہو"۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کا سر کاٹ کر تن سے جدا کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے جسم پر بیس زخم آئے تھے۔ ان کی ایک ٹانگ شدید زخمی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ وہ ان مٹھی بھر مجاہدین میں شامل تھے جو آخر دم تک حضورؐ کے ساتھ تھے اور حضورؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ اس جنگ میں ان کے دو دانت بھی شہید ہو گئے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے غزوہ احد، غزوہ خندق، غزوہ خیبر، غزوہ مکہ، غزوہ تبوک، غزوہ حنین، محاصرۂ طائف اور صلح نامہ حدیبیہ میں بھی شرکت کی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پیچھے حضورؐ نے نماز پڑھی۔ حجۃ الوداع میں بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضورؐ کے ہمرکاب رہے۔ آپؐ انہیں ان کی اصابت رائے کی وجہ سے ہمیشہ اپنے قریب رکھتے تھے۔ حضورؐ نے انہیں جنت کی بشارت بھی دی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو حضورؐ نے علم بردار بنا کر دومۃ الجندل کی مہم پر بھیجا۔ وہ قبیلہ کلب میں تین دن تبلیغِ اسلام کرتے رہے۔ یہ عیسائیوں کا قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کے سردار کا نام اصبغ بن عمرو الکلبی تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی تبلیغ سے قبیلہ کلب کے زیادہ لوگوں نے دینِ اسلام قبول کیا۔ سردار اصبغ، اس کا خاندان اور قبیلہ کے دیگر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سردار اصبغ کی بیٹی سے نکاح کر کے اسے مدینہ منورہ لے آئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے والد عوف بن عبد جوف کو بنی خذیمہ کے ایک شخص نے قتل کر دیا تھا کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے خاندان کے ساتھ ان کی دشمنی چل رہی تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے بنی خذیمہ کے کچھ لوگوں کو ہلاک کر دیا تو بنی خذیمہ کے لوگوں نے حضرت خالدؓ کے چچا فاکہ بن مغیرہ کو قتل کیا تھا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے مابین انتقامی کارروائی پر بحث شروع ہو گئی۔ حضور کو اس تکرار کی اطلاع ملی تو آپؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''بس خالدؓ! اگر تو نے خدا کی راہ میں احد کے پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کیا تب بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتا''۔ (امام احمد)

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بارگاہِ رسالتؐ میں لشکرِ اسلام کے لئے چار ہزار درہم پیش کئے اور عرض کیا:

''میرے پاس کل آٹھ ہزار درہم تھے۔ نصف میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لئے ہیں اور یہ نصف راہِ خدا میں حاضر ہیں''۔

جواب میں حضورؐ نے فرمایا:

''جو تم نے دئے اور جو تم نے رکھے اللہ تعالیٰ دونوں میں برکت فرمائے''۔

حضورؐ کی اس دعا سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا کاروبار چمک اٹھا اور ان کے مال و دولت میں اضافہ ہونے لگا۔ وہ ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے تھے۔ وہ لالچی نہیں تھے۔ تجارت میں جو بھی منافع ملتا وہ لے لیتے تھے۔ ان کی دولت مسلمانوں کے لئے باعثِ رحمت تھی۔ انہوں نے راہِ اسلام میں نہایت فراخدلی سے اپنے ہاتھوں سے دولت خرچ کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی دولت میں برکت ڈالتا رہا اور وہ دل کھول کر عطیات دیتے رہے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ایک قافلہ آیا جس میں سات سو اونٹ گندم، آٹا اور دیگر کھانے پینے کے سامان کے تھے۔ انہوں نے یہ سارا سامان اونٹوں سمیت راہِ خدا میں دے دیا۔ وہ خیرات، صدقات اور انفاق میں مشہور تھے۔ انہوں نے زندگی کے آخری لمحہ تک انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ انہوں نے دو مرتبہ چالیس چالیس ہزار دینار قومی خدمت کے لئے پیش کئے۔ اپنی وفات کے وقت انہوں نے ایک ہزار گھوڑے اور پچاس ہزار دینار خدا کی راہ میں دئے۔ ان کی وصیت کے مطابق غزوۂ بدر میں حصہ لینے والوں کو بھی حصہ دیا گیا۔ اس وقت ایک سو بدری صحابہ کرامؓ زندہ تھے۔ ان سب کو چار چار سو فی کس کے حساب سے چالیس ہزار دینار ادا کئے۔ ان کی چار بیویاں زندہ تھیں۔ ہر بیوی کو اسی اسی ہزار دینار نقد ملے جو کہ جائیداد متروکہ کا آٹھواں حصہ تھے۔

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک باغ خرید کر رکھا تھا جو ان کی وصیت کے مطابق امہات المومنینؓ کے لئے وقف تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وفات کے بعد اس باغ کو فروخت کر کے اس کی قیمت چالیس ہزار درہم امہات المومنینؓ کو دے گئے۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دعا کرتے ہوئے ابو سلمہ بن حضرت عبدالرحمٰن عوفؓ سے فرمایا:

"خدا تیرے باپ کو جنت کے چشمہ "سلسبیل" سے سیراب کرے"۔

(اسد الغابہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنے ورثاء کے لئے بہت کچھ چھوڑا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو چھبیس لاکھ دینار، ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں، ایک سو گھوڑے، زمینیں اور اس بھاری مقدار میں سونا چھوڑا کہ سونے کی اینٹوں کو کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ حضورؐ کے عہد ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ عام خیرات اور صدقات کا یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے۔ اس فیاضی کے باوجود یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کہیں اس قدر مال و دولت آخرت میں موجبِ نقصان نہ ہو۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی:

"یا ام المومنین! مجھے خوف ہے کہ کثرتِ مال مجھے ہلاک نہ کر دے"۔

تو حضرت امِ سلمہؓ نے فرمایا:

"بیٹا! راہِ خدا میں صرف کرتے رہو"۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک درویش منش انسان تھے۔ انہیں اگر رئیس درویش کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ وہ اپنا کام خود کرنا پسند کرتے تھے۔ وہ خشوع سے نماز پڑھتے تھے۔ کثرت سے نوافل پڑھا کرتے تھے۔ وہ فتویٰ دینے میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ تمام ضرورت مند لوگوں کی کھلے دل سے امداد فرماتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا:

Marfat.com

''عبدالرحمٰنؓ زمین اور اہلِ آسمان میں بھی امین ہیں''۔

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کچھ صحابہ کرامؓ کو کھانے پر مدعو کیا۔ اس وقت شراب پینا حرام نہیں تھا۔ مغرب کی نماز کے وقت امام نشہ کی حالت میں تھا اس نے جب سورۃ کافرون شروع کی تو دو جگہ ''لا'' نہیں پڑھا جس سے مطلب فاسد ہو گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا۔ (النساء۔۴۳)

کیونکہ اس سورۃ میں ''لا'' کا ترک کرنا کفر ہے۔ اس کے بعد شراب کو حرام قرار دے دیا گیا اور مسلمانوں نے شراب پینا بند کر دی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ چونکہ ایک معزز شخص تھے اس لئے ام حکیم بنت قارظ نے اپنے نکاح کے لئے انہیں اپنا ولی مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ام حکیم بنت قارظ سے پوچھا:

''تو نے اپنے نکاح کے لئے مجھے مختار کیا ہے کہ جس سے چاہوں ترا نکاح کر دوں''؟

تو ام حکیم بنت قارظ نے جواب دیا: ''ہاں''

عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا:

''تو میں نے خود تم سے نکاح کیا''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تیرہ شادیاں کیں۔ ان کی ازواج کے نام یہ ہیں:

۱۔ کلثوم بنت عتبہ بن ربیعہ ۲۔ تماضر بنت الاصبغ ۳۔ کلثوم بنت عتبہ بن ابی معیط ۴۔ سہلا بنتِ عاصم ۵۔ بحریہ بنت ہانی ۶۔ سہلا بنت سہیل ۷۔ اِم حکیم بنت قارظ ۸۔ بنت ابی الخشخاش ۹۔ اسماء بنت سلامۃ ۱۰۔ اِم حریث ۱۱۔ غزال بنت کسریٰ ۱۲۔ زینب بنت الصباح بادیہ بن غیلان ۱۳۔ مجد بنت یزید

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے اکیس بیٹے تھے جن کے نام درج ذیل ہیں:

Marfat.com

۱۔ سالمؓ ۲۔ محمدؓ ۳۔ ابوسلمہؓ ۴۔ ابراہیمؓ ۵۔ اسماعیلؓ
۶۔ زیدؓ ۷۔ مونؓ ۸۔ عروہؓ ۹۔ اکبرؓ ۱۰۔ عدیؓ ۱۱۔ عمرؓ ۱۲۔ حمیدؓ
۱۳۔ سالم اصغرؓ ۱۴۔ ابوبکرؓ ۱۵۔ عبداللہؓ ۱۶۔ عبدالرحمٰنؓ
۱۷۔ مصعبؓ ۱۸۔ سہیلؓ ۱۹۔ عثمانؓ ۲۰۔ یحیٰی
۲۱۔ بلالؓ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی سات بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ حمیدہؓ ۲۔ امیہؓ ۳۔ امت الرحمٰنؓ ۴۔ صغریٰ
۵۔ یحییٰؓ ۶۔ جویریہؓ ۷۔ مریمؓ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے پینسٹھ (65) احادیث مروی ہیں۔ وہ حدیث بیان کرتے وقت بہت احتیاط کیا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک دفعہ حضورؐ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک عورت نے آ کر ایک چادر آپؐ کو پیش کی اور کہا:

"یارسولؐ اللہ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کی ہے"۔

آپؐ نے اس عورت سے چادر لے کر تہ بند باندھ لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چادر کو چھو کر کہا:

"یارسولؐ اللہ! یہ مجھے دے دیں"۔

تو حضورؐ نے فرمایا: "تم لے لو"۔

جب محفل برخاست ہوئی تو حضورؐ نے وہ چادر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حوالے کر دی۔ لوگوں کو ان کا آپؐ سے چادر مانگنا اچھا نہیں لگا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا:

"یہ چادر میں نے پہننے کے لئے نہیں لی بلکہ جس دن میں مروں گا تو میرے لئے یہ کفن بنے گی"۔

چنانچہ انہوں نے وہ چادر حضورؐ سے لے کر سنبھال کر رکھ دی۔ انتقال کے

Marfat.com

وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا کفن اسی چادر سے بنایا گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ اس وقت ان کی عمر پچھتر سال تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنازہ اٹھانے والوں میں شامل تھے۔ وہ کہہ رہے تھے:

''افسوس یہ پہاڑ بھی چل بسا''۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا:

''عبدالرحمٰنؓ! بے شک تم نے اچھا زمانہ پایا اور فتنہ سے پہلے چل دیئے''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی نمازِ جنازہ حضرت عثمان بن عفان نے پڑھائی اور ان کی وصیت کے مطابق انہیں جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

تجھے عشقِ نبیؐ تھا تجھے فکرِ نبیؐ تھا
تجھے شوقِ جدل تھا تو خوب جری تھا

تو درویش مگر زر قسمت میں تری تھا
وصفِ سخاوت سے مکلّف تو سخی تھا

پر عزم تھا دولتِ ایماں کا دھنی تھا
ہے گھر ترا جنّت میں ارشادِ نبیؐ تھا

Marfat.com

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مکہ مکرمہ کے قریش خاندان کے قبیلہ تمیم میں پیدا ہوئے۔ اس قبیلے سے حضرت ابوبکر صدیق کا بھی تعلق تھا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے والد کا نام عبید اللہ اور والدہ کا نام صعبہؓ بنت عبد اللہ تھا۔ عبید اللہ اسلام آنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ البتہ صعبہؓ نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی کنیت ''ابو محمد'' تھی۔ ان کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں رسول اللہ ﷺ سے مرہ پر ملتا ہے۔ ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ وہ بہت مالدار تھے۔ کاروبار کے سلسلے میں قافلوں کے ساتھ ان کا یمن اور عراق کی طرف آنا جانا لگا رہتا تھا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ گندمی رنگ کے درمیانے قد کے خوش شکل انسان تھے۔ ان کا جسم متوازن، ناک پتلی اور بال گھنے تھے۔ وہ تیز تیز چلتے تھے اور اپنی عمر سے چھوٹے دکھائی دیتے تھے۔ انہوں نے سترہ سال کی عمر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اسلام قبول کرنے والے آٹھویں شخص تھے۔ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کی والدہ ابتداء میں ناراض تھیں مگر وہ ڈٹے رہے اور تمام عمر اسلام کی خدمت اور تبلیغ میں گزاری۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کے بڑے بھائی نے انہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رسیوں سے باندھ کر بہت پیٹا تاکہ وہ دوبارہ اپنا آبائی مذہب قبول کر لیں مگر وہ پختہ ارادے سے دینِ اسلام پر قائم رہے۔ اسلام کی خاطر حضورؐ کے ساتھ ساتھ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے بھی مشرکین کی ہر طرح کی سختیاں برداشت کیں۔ جب حضورؐ کو جلاوطن ہو کر شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا

Marfat.com

تو حضرت طلحہ بھی اس گھاٹی میں آپؐ کے ساتھ تھے اور وہاں تین سال تک بھوک، پیاس، گرمی، دھوپ کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال اذیتیں برداشت کیں مگر مذہب اسلام کو نہ چھوڑا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ بہادر بھی تھے اور سخی بھی۔ ان کی بے مثال بہادری کی وجہ سے احد کی لڑائی کے دن کو "یومِ طلحہ" کہا جاتا ہے۔ وہ نہایت بیباکی سے سچ بولتے تھے۔ وہ بڑے پرہیز گار اور عبادت گزار تھے ان کی پوشاک بھی سادہ اور خوراک بھی سادہ تھی۔ اُن کے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ اکثر دیکھا گیا۔ ایک رات وہ باہر نکلے تو انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو کہیں جاتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی ان کے پیچھے چلنے لگے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروقؓ ایک اندھی اور اپاہج بوڑھی عورت کے مکان میں داخل ہوئے ہیں۔ جب حضرت عمر فاروقؓ کچھ دیر بعد واپس چلے گئے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اس عورت کے مکان میں جا کر اس سے پوچھا:

"یہ آدمی تمہارے ہاں کس لئے آتا ہے"۔

بوڑھی خاتون نے جواب دیا:

"یہ آدمی کافی عرصہ سے میری خدمت کر رہا ہے اور میرے سارے دکھ دور کرتا ہے"۔

یہ سن کر حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اپنے آپ سے کہا:

"تو عمرؓ کے نقشِ قدم پر چلا ہے"؟

ایک روایت کے مطابق حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حضرت عثمان غنیؓ کے پچاس ہزار کے مقروض تھے۔ انہوں نے شب و روز محنت کر کے مال جمع کیا اور حضرت عثمان غنیؓ کو بتایا کہ وہ اب قرضہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ان کی ایمان داری اور صاف نیت کو دیکھ کر کہا:

"آپ کی مروت اور شرافت کو دیکھتے ہوئے میں یہ مال آپ کی نذر کرتا ہوں اسے آپ رکھ لیں"۔

Marfat.com

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا کاروبار چمک اٹھا تو ان کی آمدنی میں خوب اضافہ ہوا لیکن وہ اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ عزیز و اقارب اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے مگر اس کے باوجود جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے ورثاء کے لئے تین کروڑ درہم کی جائیداد، بیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار نقد چھوڑے۔ یہ سب ان کے ورثاء میں تقسیم کر دیئے گئے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اپنی تمام اولاد کے نام پیغمبروں کے نام پر رکھے۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ

"حضورؐ وفات کے وقت حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے بہت خوش تھے"۔ (صحیح بخاری)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ غریب دوستوں اور رشتہ داروں کے قرضے ادا کر دیتے تھے۔ ان کے بچوں کی شادیاں کراتے تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ نے بتایا کہ ایک دن وہ بڑے متفکر تھے۔ زوجہ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ اپنی دولت کی وجہ سے پریشان ہیں تو زوجہ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنی دولت سے چھٹکارہ حاصل کر لیں چنانچہ انہوں نے آدھی رات تک اپنا سارا مال و زر غرباء میں تقسیم کر دیا اور باقی آدھی رات سکھ کی نیند سوئے۔

وہ جس قدر فراخدلی سے خرچ کرتے تھے ان کو اپنے کاروبار سے اور زیادہ منافع ہوتا۔ ان کی عادت تھی کہ جب تک وہ رشتہ داروں، غریبوں اور یتیموں کی ضرورت پوری نہ کر لیتے آرام سے نہ بیٹھتے۔ ان کی کوشش ہوتی کہ بغیر مانگے ہر محتاج کو دیا جائے۔ ان کے بارے میں قبیصہ بن جابر اسدی نے کہا ہے کہ:

"میں نے طلحہ بن عبید اللہؓ سے بڑھ کر بے مانگے مالِ کثیرہ دینے والا کسی شخص کو نہیں دیکھا"۔

ایک دفعہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اپنی زمین حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ سات لاکھ درہم میں فروخت کی اور ساری رقم رات بھر میں محتاجوں، مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کے گھروں میں خود جا کر بانٹ دی۔ بے پناہ سخاوت کے باوجود ان کے مال

Marfat.com

میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی۔ اللہ کی راہ میں دولت خرچ کرنا ان کے نزدیک ایک آسان کام تھا۔ ان کی سخاوت کی وجہ سے اپنے پرائے سب انہیں بے حد پسند کرتے تھے۔ ہر ایک سے ان کی محبت بے لوث تھی۔ وہ کبھی کسی پر احسان نہیں کرتے تھے۔ وہ حضرت سیدہ عائشہؓ کو دس ہزار درہم سالانہ دیتے تھے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے خلفائے راشدین کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے ساتھ تعاون بھی کیا۔ انہیں اقتدار کا کوئی لالچ نہیں تھا۔ جب حضرت عثمان غنیؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ مدینہ منورہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ وہ واپس آئے تو بغیر اعتراض کے بیعت کر لی۔ جب باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کیا تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں محمدؓ اور موسیٰؓ کو ان کے گھر کا محافظ بنایا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے غزوات میں ہمیشہ حضورؐ کا ساتھ دیا۔ حضورؐ نے انہیں یومِ احد میں "طلحہ الخیر" غزوۂ حنین میں "طلحہ الجواد" اور غزوۂ تبوک میں "طلحہ الفیاض" کے القاب سے نوازا تھا۔ ان اوصاف کی وجہ سے حضورؐ انہیں یاد کرتے تھے۔

جنگِ احد میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے حضورؐ کو ایک ہاتھ سے تھاما ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار سے دشمن پر وار کر رہے تھے۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو جسم پر ستر زخم آئے تھے۔ دشمنوں کا جو تیر حضورؐ کی طرف آتا حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اسے اپنے ہاتھ سے روکتے تھے اسی وجہ سے ان کا ہاتھ زخمی ہو کر شل ہو گیا تھا۔ قیس بن ابی حازمؓ سے روایت ہے کہ:

"میں نے طلحہؓ کا ایک ہاتھ شل دیکھا۔ انہوں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کو بچایا تھا"۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے قریش کے علمبردار کلاب بن ابی طلحہ سے مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر دیا تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ہاتھ پر چوبیس زخم آئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"طلحہؓ چلتا پھرتا شہید ہے"۔

Marfat.com

مکہ مکرمہ میں حضورؐ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا بھائی چارہ حضرت زبیر بن العوامؓ سے قائم کیا ہوا تھا۔ یہ دونوں تقریباً ہم عمر بھی تھے پھر جب حضورؐ نے مدینہ منورہ کی ہجرت کا حکم دیا تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اپنا کاروبار بند کر کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ حضورؐ نے مدینہ منورہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا بھائی چارہ حضرت ابی بن کعبؓ سے قائم کیا اور وہ مستقل طور پر وہاں آباد ہو گئے۔

حضورؐ نے غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کو قریش کے ایک قافلے کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہوا تھا۔ قافلے والوں نے راستہ بدل لیا اور اسی دوران غزوہ بدر شروع ہوا جس میں مسلمانوں نے کفار کو شکست دی۔ جب حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت سعیدؓ واپس آئے تو مسلمان فتحیاب ہو چکے تھے۔ حضورؐ نے ان دونوں کو بدری قرار دیا اور انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی دیا۔

غزوہ احد میں بھی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے بڑی جرأت سے کفار کا مقابلہ کیا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ بہادری سے حضورؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ ایک گھاٹی میں گر گئے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اپنی پیٹھ کو آگے کر دیا۔ حضورؐ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی پشت پر اپنے پاؤں مبارک رکھ کر اوپر چڑھ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"طلحہؓ پر جنت واجب ہے"۔

منافقین کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کا کام حضورؐ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو سونپ رکھا تھا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر منافق لوگ ایک یہودی کے گھر کو مرکز بنا کر وہاں آپس میں مشورے کر رہے تھے۔ ان کا منشور یہ تھا کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے بدظن کر کے ان میں انتشار پیدا کیا جائے۔ جس گھر میں صلاح مشورہ ہو رہا تھا وہ سویلم نامی ایک یہودی کا تھا۔ جب حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو علم ہوا تو انہوں نے سویلم کے گھر کو آگ لگا دی اور منافقین کے اس مرکز کو ختم کر دیا اور کفار کے ناپاک منصوبے

Marfat.com

خاک میں مل گئے۔

حضورؐ کے وصال کے بعد حضرت طلحہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے معاون رہے۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ بیمار پڑ گئے تو حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی بزرگی میں تو کوئی شک نہیں مگر وہ خلافت میں سخت گیری کریں گے تو آپؓ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب میں فرمایا:

"جب عمر فاروقؓ خلیفہ ہوں گے تو سختی نہیں کریں گے۔ اس وقت وہ اس لئے سخت گیر ہیں کہ میں بہت نرم ہوں۔ میں اپنے رب کو جواب دوں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین بندے کو نگران بنایا ہے"۔

یہ بات سن کر حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مطمئن ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو جانشین مقرر کر دیا۔ جب حضرت عمر فاروقؓ نے مسند خلافت سنبھالی تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر جب مجوسی غلام فیروز ابولولو نے حضرت عمر فاروقؓ کو شہید کیا تو شہادت سے قبل انہوں نے اپنا جانشین مقرر کرنے کے لئے چھ صحابہ کرامؓ کے نام تجویز کئے اور وصیت کی کہ تین دنوں کے اندر یہ اصحاب خود فیصلہ کریں کہ کس کو خلیفہ منتخب کرنا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو انتخاب کے لئے نامزد کیا تھا۔ اتفاقاً حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے وقت مدینہ منورہ سے باہر کہیں گئے ہوئے تھے۔ وصیت کے مطابق تین دنوں کے اندر خلیفہ کا انتخاب ضروری تھا مگر حضرت طلحہؓ موقع پر موجود نہ تھے۔ تیسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مسجد میں جا کر حضرت عثمانؓ بن عفان کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ جب حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ واپس مدینہ منورہ آئے تو صورتِ حال کو سمجھتے ہوئے خاموشی سے حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اگرچہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور کچھ دوسرے صحابہ کرامؓ کو حضرت عثمان غنیؓ کی

Marfat.com

کئی پالیسیوں سے اختلاف تھا مگر انہوں نے نہ تو کبھی کھل کر حضرت عثمان غنیؓ کی مخالفت کی اور نہ ہی ان باغیوں کا ساتھ دیا جنہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کیا ہوا تھا کیونکہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ چاہتے تھے کہ خون ریزی نہ ہو اور مصالحت ہو جائے۔ بصرہ کے باشندے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو پسند کرتے تھے اس لئے مفسدین میں سے بصرہ کے باغیوں نے خواہش ظاہر کی کہ وہ انہیں خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو یہ پیشکش اچھی نہ لگی اور اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ حالات رفتہ رفتہ بگڑتے جا رہے تھے۔ باغی مدینہ منورہ میں دندناتے پھر رہے تھے بہت سے صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ کچھ لوگوں نے اپنے گھروں سے باہر نکلنا بند کر دیا۔ ان حالات سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ دل برداشتہ ہو گئے کیونکہ وہ بدامنی کو پسند نہیں کرتے تھے اس لئے انہوں نے خانہ نشینی اختیار کر لی اور اپنے صاحبزادوں کو حضرت عثمان غنیؓ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔

جب حضرت عثمان غنیؓ شہید ہو گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ چہارم بنایا گیا۔ لوگ ان کی بیعت کر رہے تھے۔ حضرت طلحہؓ گوشہ نشین ہو گئے مگر مفسدین نے زبردستی انہیں گھر سے باہر نکالا اور بیعت کرنے کے لئے کہا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے یہ شرط رکھی کہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں سے قصاص لیا جائے۔ وہ چار ماہ تک انتظار کرتے رہے لیکن قصاص کے لئے کوئی قدم نہ اٹھایا گیا۔ باغیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انہیں مختلف عہدوں پر تعینات بھی کیا تھا۔ فوج میں بھی باغیوں کو بھرتی کیا تھا اس لئے حالات میں گڑبڑ پیدا ہو گئی۔ قصاص کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مایوس ہو گئے اور حضرت زبیر بن العوامؓ کے ساتھ عمرے کے ارادے سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ دونوں نے مکہ مکرمہ میں حضرت سیدہ عائشہؓ سے ملاقات کر کے انہیں مدینہ منورہ کے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے شہید ہونے اور باغیوں کے آزاد پھرنے کو ناپسند کیا گیا اور حضرت سیدہ عائشہؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کی قیادت میں ایک لشکر تیار ہو گیا تاکہ حضرت

Marfat.com

عثمان غنیؓ کا قصاص لیا جائے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے حامیوں کی بیشتر تعداد بصرہ میں موجود تھی۔

اسلامی لشکر تینوں بزرگوں کی سربراہی میں مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا جب اس لشکر کی روانگی کی خبر مدینہ منورہ پہنچی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور اپنی قیادت میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان جنگِ جمل ہوئی۔ حضرت طلحہؓ بھی لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ اس جنگ میں دونوں طرف کے مسلمانوں کی شدید خون ریزی ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کہنے پر حضرت زبیرؓ نے میدانِ جنگ چھوڑ دیا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے بھی جنگ بند کر کے ایک طرف ہونا چاہا مگر مروان بن الحکیم نے تاڑ لیا۔ مروان نے نشانہ باندھ کر تیر چلایا جو سیدھا حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے گھٹنے میں جا لگا۔ گھٹنے سے خون تیز رفتاری سے بہنا شروع ہوا جو رکنے میں نہیں آ رہا تھا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے فرمایا:

''خون بہنے دو۔ یہ تیر اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے۔ یا اللہ! عثمان غنیؓ کا بدلہ مجھ سے لے لو تاکہ وہ خوش ہو جائیں''۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کافی خون بہہ جانے سے میدانِ جنگ ہی میں شہید ہو گئے۔ جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ میدانِ جنگ کا چکر لگا رہے تھے کہ ان کی نظر حضرت طلحہ بن عبید اللہ پر پڑی۔ وہ رک گئے۔ انہوں نے خون آلود لاش کے چہرے پر مٹی وغیرہ صاف کی اور رونے لگے۔ روتے روتے فرمایا:

''اے ابو محمدؓ! مجھے اس بات کا بہت صدمہ ہے کہ میں تجھے کھلے آسمان کے نیچے خاک و خون سے آلودہ دیکھ رہا ہوں۔ کاش اس واقعہ کے پیش آنے سے پہلے ہی میں مر جاتا''۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے سات شادیاں کیں۔ ان کے گیارہ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ ان کی ایک زوجہ کا نام حمنہ بنت جحشؓ تھا جو ام المومنین حضرت سیدہ زینب

Marfat.com

بنت جحشؓ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں یعنی وہ حضورؐ کی سالی تھیں اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اس ناطے سے حضورؐ کے ہم زلف تھے۔ حضرت حمنہؓ کے بطن سے حضرت محمد بن طلحہؓ پیدا ہوئے جو جنگِ جمل میں شہید ہو گئے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی چار بیٹیوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ عائشہؓ ۲۔ صعبہؓ ۳۔ مریمؓ ۴۔ امِ اسحاقؓ

ام اسحاقؓ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت امام حسن علیہ السلام نے نکاح کیا اور ان کے بطن سے طلحہ بن حسنؓ پیدا ہوئے پھر جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ان کے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام نے امِ اسحاقؓ سے نکاح کر لیا تھا جن کے بطن سے فاطمہ بنتِ حسین علیہ السلام پیدا ہوئیں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے گیارہ صاحبزادے تھے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ عمرانؓ (بن حمنہؓ) ۲۔ موسیٰؓ ۳۔ یعقوبؓ ۴۔ اسماعیلؓ
۵۔ صالحؓ ۶۔ یحییٰؓ ۷۔ زکریاؓ (بن ام کلثومؓ)
۸۔ یوسفؓ (بن امِ کلثومؓ) ۹۔ عیسیٰؓ
۱۰۔ محمدؓ (بن حمنہؓ) ۱۱۔ اسحاقؓ

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو ایک دن لوگوں نے بہت مغموم دیکھا تو کسی نے پوچھا: ”کیا بات ہے“؟

حضرت طلحہؓ نے جواب میں کہا:

”میں نے حضورؐ سے ایک کلمہ سنا تھا کہ مرتے وقت جو شخص اس کو پڑھے تو موت کی تکلیف بٹ جاتی ہے اور رنگ چمکنے لگتا ہے مگر میں آنحضرت ﷺ سے کلمہ کی تفصیل نہ پوچھ سکا“۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: ”مجھے معلوم ہے“۔

تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے خوش ہو کر کہا: ”کیا ہے“؟

حضرت عمر فاروقؓ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

"کوئی کلمہ اس سے بڑا نہیں ہے۔ اس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کو پیش کیا تھا اور وہ ہے (کلمہ طیبہ) لا الہ الا اللہ"۔

حضرت طلحہؓ نے فرمایا: "یہی ہے واللہ یہی ہے"۔ (بیہقی)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے اڑتیس (38) احادیث مروی ہیں۔ وہ چونسٹھ سال کی عمر میں سن ۳۶ ہجری میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پڑھائی اور انہیں الکلا کے کنارے دفن کیا گیا۔

یہ ترا ہی نصیب تھا کہ نبیؐ کا تو نقیب تھا
تو نبیؐ پہ نثار تھا نبیؐ بھی ترے قریب تھا

ہمت تری جواں جواں عدو پہ تھی گراں گراں
ترا جنگ میں عزمِ جواں نفیس تھا عجیب تھا

بشارت بہشت بھی حضورؐ سے تجھ کو ملی
ترے عمل میں تھی ضیا روشن ترا نصیب تھا

Marfat.com

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن العوامؓ مکہ مکرمہ میں قریش خاندان کے قبیلہ بنو اسد میں عوام بن خویلد کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ وہ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ ﷺ سے قصیٰ پر ملتا ہے۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کی والدہ کا نام حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ تھا۔ یہ حضورؐ کی پھوپھی تھیں یعنی حضرت زبیر بن العوامؓ حضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور حضورؐ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ عبدالمطلب حضورؐ کے دادا اور حضرت زبیر بن العوامؓ کے نانا تھے۔ ان رشتوں کی وجہ سے بھی رسول اللہؐ اور حضرت زبیر بن العوامؓ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

حضرت زبیر بن العوامؓ دراز قد و قامت اور سڈول جسم کے مالک تھے۔ ان کی ڈاڑھی چھدری، بال گھنے اور رنگت گندمی تھی۔ وہ ایک خوش شکل اور صحت مند انسان تھے۔ وہ ایک بہادر اور جری شخص تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کہا کرتے تھے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ ایک ہزار مجاہدین کے برابر بہادر ہیں۔ غزوہ بدر میں وہ بہت بہادری سے لڑے تو اس دن کو ''یومِ زبیرؓ'' کہا گیا۔

حضرت زبیر بن العوامؓ کی والدہ حضرت صفیہؓ نے آغازِ اسلام ہی سے دینِ اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ ایک سخت مزاج خاتون تھیں اور اپنے بیٹے پر کڑی نظر رکھتی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ ان کا بیٹا ایک بہادر انسان بنے۔ حضرت زبیر بن العوامؓ سابقون الاولون میں سے ہیں۔ وہ ان پانچ بزرگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ پر سترہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا۔ جب حضرت زبیر بن العوام کے چچا کو علم ہوا کہ حضرت زبیر بن العوامؓ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو ان کو اچھا نہ لگا۔ ابتداء میں انہوں نے اپنے بھتیجے کو پیار سے سمجھایا لیکن جب حضرت زبیرؓ نہ مانے تو ان کے چچا نے ان پر بہت سختی کی، انہیں مارا پیٹا، حتیٰ کہ انہیں ایک چٹائی میں لپیٹ کر دھواں بھی دیا تاکہ وہ اپنے آبائی مذہب کی طرف واپس آجائیں مگر حضرت زبیرؓ اپنے موقف پر قائم رہے۔ حضورؐ نے ان کا بھائی چارہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قائم کیا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کا بھی باہمی بھائی چارہ تھا جو تادمِ مرگ قائم رہا۔

حضرت زبیر بن العوامؓ حضورؐ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب انہوں نے سنا کہ مشرکین مکہ نے حضورؐ کو گرفتار کر لیا ہے تو وہ بیتاب ہو گئے اور تلوار نکال کر غصہ سے مکہ مکرمہ کی گلیوں میں دوڑے اور اچانک رسول اللہؐ کو صحیح سلامت دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔ حضورؐ نے آپؓ سے پوچھا:

''زبیرؓ! کیا ہوا''؟

حضرت زبیرؓ نے جواب میں کہا:

''مجھے خبر ملی تھی کہ دشمنوں نے آپؐ کو قید کر لیا ہے اور اذیت دے رہے ہیں اس لئے آپؐ کو بچانے کے لئے دوڑا چلا آیا ہوں''۔

رسول اللہؐ نے حضرت زبیرؓ کی یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور دعا دی۔

جب مکہ مکرمہ میں کفار کے ظلم و ستم زیادہ ہو گئے تو حضرت زبیر بن العوامؓ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ وہ وہاں مقیم رہے اور کاروبار کرتے رہے اور پھر واپس مکہ مکرمہ آگئے۔ مکہ مکرمہ میں کفار کی سختیاں پہلے سے زیادہ ہونے لگی تھیں۔ انہوں نے مسلمانوں سے تعلق ختم کر لیا تھا۔ مشرکین مکہ کے ظلم و ستم اور معاشرتی مقاطعہ سے حضورؐ اور دوسرے مسلمان جلاوطن ہو کر محلہ شعب ابی طالب میں محصور ہونے پر مجبور ہو گئے تھے۔ مشرکین نے ہر طرف سے مسلمانوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی تاکہ اشیائے

Marfat.com

خوردنی کسی طریقے سے ان تک نہ پہنچیں۔ حضرت زبیر بن العوامؓ بھی محلہ شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ حج کے دنوں میں محصورین کو اجازت ملی کہ وہ باہر آ کر اشیائے خوردنی خرید لیں۔ ابولہب جو اسلام کا دشمن تھا۔ مہنگے داموں خوراک کا ذخیرہ خرید لیتا تھا اور تاجر اپنی قیمتیں بڑھا چڑھا کر بتاتے تھے تا کہ مسلمان خرید نہ سکیں۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کا ماموں ابولہب اگرچہ بہت بڑا اسلام دشمن تھا مگر اس نے کچھ سیاسی وجوہات کی بناء پر مسلمانوں پر پابندیاں نرم کر دیں اور ان کا محاصرہ ختم ہو گیا۔ مسلمان بظاہر آزاد تھے مگر مکہ مکرمہ کے لوگ ابھی تک معاشرتی مقاطعہ کئے ہوئے تھے۔ ان کے دلوں میں بغض موجود تھا اس لئے وہ پہلے سے زیادہ مسلمانوں کو تنگ کرنے لگے۔

حضرت زبیر بن العوامؓ کا پیشہ تجارت تھا۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں ملک شام گئے ہوئے تھے کہ ۱۳ نبوی میں ہجرت مدینہ کا حکم ہوا۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کی شادی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ سے ہو چکی تھی۔ حضرت زبیرؓ ملک شام سے واپس آ رہے تھے کہ انہیں راستہ میں رسول اللہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ملے جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے انہیں کچھ کپڑے تحفہ کے طور پر دئے۔ کچھ دنوں بعد حضرت زبیر بن العوامؓ اپنی والدہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں حضرت زبیرؓ کا اسلامی بھائی چارہ انصار کے سلمہؓ بن سلامہ وقش سے کرا دیا۔

مدینہ منورہ میں یہودیوں نے یہ افواہ پھیلا رکھی تھی کہ ان کے جادو کے اثر سے مسلمانوں کے ہاں بچے پیدا نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت زبیر بن العوامؓ کو ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام عبداللہ بن زبیرؓ رکھا گیا۔ اس بچے کی پیدائش سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ یہودیوں کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہو گیا تھا۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ کے ہاں یکے بعد دیگرے دو بچے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام عبداللہؓ اور دوسرے کا نام عروہؓ تھا۔

Marfat.com

میدانِ بدر میں حضورؐ کی قیادت میں اسلام کی پہلی جنگ ہوئی تو جنگ کے دوران حضرت زبیر بن العوامؓ نے زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا:

''فرشتے حضرت زبیرؓ کی ہیئت میں بھیجے گئے تاکہ مسلمانوں کی مدد کرسکیں''۔

جنگ کے دوران ایک مشرک اپنی طاقت کے زعم میں مقابلے کے لئے آگے بڑھا تو حضورؐ نے حضرت زبیر بن العوامؓ کو اشارہ کیا اور حضرت زبیرؓ نے مقابلہ کر کے اس مشرک کو ہلاک کر دیا۔ پھر ایک اور مشرک مقابلے کے لئے آیا اس کا نام عبیدہ بن سعید بن عاص تھا جو آہن پوش تھا۔ اس کی زرہ میں صرف اس کی آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ حضورؐ کی اجازت سے حضرت زبیرؓ میدانِ جنگ میں آئے اور تاک کر ایک برچھی نے اس کی آنکھ پر ایسا وار کیا کہ برچھی سیدھی اس کی آنکھ میں لگی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ جب عبیدہ بن سعید بن عاص مر گیا تو حضرت زبیرؓ نے اپنا پاؤں اس پر رکھا اور زور لگا کر بڑی مشکل سے برچھی کو نکالا۔ برچھی کے دونو کنارے ٹیڑھے ہو گئے تھے۔ حضورؐ نے حضرت زبیرؓ سے یہ برچھی لے لی اور اس کا نام غزہ رکھ دیا۔ حضورؐ کے وصال کے بعد یہ برچھی دوبارہ حضرت زبیرؓ کے پاس آ گئی۔ پھر یہی برچھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لے لی۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے پاس یہ برچھی آ گئی۔ جب حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد ایک بار پھر یہ برچھی حضرت زبیرؓ کے پاس آ گئی تو حضرت عثمان بن عفانؓ نے مانگ لی۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کی شہادت کے بعد یہ برچھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس رہی اور پھر اس کے بعد ان کی اولاد کے پاس رہی۔

اسی طرح حضرت زبیرؓ کی تلوار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے مانگ لی جو آخر دم تک ان کے پاس رہی۔ پھر اس کے بعد حضرت عمرو بن زبیرؓ کو یہ تلوار عبدالملک بن مروان نے دی۔ اس تلوار کی قیمت اس وقت تین ہزار درہم تھی۔ یہ تلوار اور برچھی دونوں تاریخی یادگار ہیں۔

جنگِ بدر میں حضرت زبیرؓ کو ایک بڑا زخم کندھے پر آیا جو مندمل ہوا تو اس میں گڑھا سا بن گیا تھا۔ حضرت عروہؓ بن زبیرؓ بچپن میں اس گڑھے میں انگلی ڈال کر اپنے

Marfat.com

والد حضرت زبیرؓ کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ جنگِ بدر میں فرشتے بھی شامل تھے۔ جس طرح حضرت زبیرؓ نے دورانِ جنگ زرد رنگ کا عمامہ پہن رکھا تھا اسی طرح فرشتوں نے بھی زرد رنگ کے عمامے پہن رکھے تھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

۳ ہجری میں غزوۂ احد ہوا۔ مشرکینِ مکہ کے لشکر میں سے ایک علم بردار طلحہ میدان میں نکلا۔ حضرت زبیرؓ کے ساتھ مقابلہ ہوا علم بردار طلحہ کو حضرت زبیرؓ نے ہلاک کر دیا تو حضورؐ نے فرمایا:

"ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیرؓ ہے"۔

۵ ہجری میں غزوۂ خندق میں مشرکین ابو سفیان کی قیادت میں حملہ آور ہوئے۔ لشکر کفار نے خندق کے کنارے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ نوفل بن عبداللہ مغیرہ مخزومی نے مبارزت طلب کی تو مقابلے میں حضرت زبیرؓ نکلے اور ایک زور دار وار کر کے نوفل کو ہلاک کر دیا۔ حضرت زبیرؓ کی تلوار پر دندانہ پڑ گیا۔ حضرت زبیرؓ کی والدہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلبؓ بھی لشکر میں شامل تھیں انہوں نے ایک یہودی کو ہلاک کر دیا اور دیگر عورتوں کی مدد سے پتھر پھینک پھینک کر یہودیوں کو بھگا دیا۔ حضورؐ نے حضرت زبیرؓ کو عورتوں کی حفاظت کے لئے مقرر فرما دیا تھا۔ یہودیوں نے عہد شکنی کی تھی۔ بنی قریظہ کے یہودی خاص طور پر بدعہدی کے مرتکب ہوئے تھے تو حضورؐ نے فرمایا:

"کوئی ایسا ہے جو بنی قریظہ کی خبر لائے"۔

حضرت زبیرؓ رضا کارانہ طور پر گئے اور خبر لائے۔ حضورؐ نے حضرت زبیرؓ کو دیکھ کر فرمایا: "میرے ماں باپ تجھ پر صدقے"۔ (حضورؐ نے یہ الفاظ صرف حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے لئے ارشاد کئے تھے اور کسی کے لئے نہیں۔)

۶ ہجری میں حضرت زبیر بن العوامؓ بیعتِ رضوان اور صلح نامہ حدیبیہ میں بھی شریک ہوئے اور پھر ۷ ہجری میں انہوں نے غزوہ خیبر میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور سردار مرحب کے بھائی یاسر کو موت کے گھاٹ اتارا اور ۸ ہجری میں فتح مکہ میں بھی شامل تھے۔ حضرت زبیر حضورؐ کے دستے کے علم بردار تھے۔ حضورؐ نے اپنے

Marfat.com

دستِ مبارک سے حضرت زبیرؓ کے چہرے سے خاک صاف کی۔ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین، محاصرہ طائف اور غزوہ تبوک میں حضرت زبیرؓ شریک ہوئے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ نے مدینہ سے باہر حضرت زبیرؓ کو علم عطا فرمایا تھا۔ وہ حجۃ الوداع میں بھی رسالت مآب ﷺ کے ساتھ تھے۔

جب ۱۱ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت زبیر بن العوامؓ کچھ عرصہ کے لئے گوشہ نشین ہو گئے اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مل کر مرتدین کا مقابلہ کیا۔ جب حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم بنے تو حضرت زبیرؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت زبیرؓ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ ملک شام گئے اور دونوں نے جنگِ یرموک میں حصہ لیا۔ یہاں پر بھی حضرت زبیرؓ کو کئی زخم آئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت زبیرؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت مقدادؓ بن اسود کندیؓ اور حضرت مسلمہ بن مخلدؓ کی سربراہی میں چار ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک اسلامی لشکر بھیجا تاکہ وہ مصر پر حملہ کرنے کے لئے حضرت عمر بن العاصؓ کی مدد کریں۔ سات ماہ تک وہ مصریوں کے قلعے کو فتح نہ کر سکے۔ ایک دن جوش میں آکر حضرت زبیر بن العوامؓ کسی طرح قلعہ کی دیوار پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے بہادری سے قلعہ کی دیوار پھلانگ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو کر مقابلہ کرنے لگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس کے بعد قسطاط اور پھر سکندریہ میں جنگ لڑے اور فتح یابی کے بعد حضرت زبیرؓ مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے اپنی شہادت سے پہلے چھ صحابہ کرامؓ کو منتخب کیا تھا تاکہ ان چھ بزرگوں میں سے ایک کو خلیفہ بنایا جائے۔ کافی بحث کے بعد ان سب نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو مختار بنایا۔ انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو خلیفہ نامزد کیا تو حضرت زبیرؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت زبیرؓ خلافت کی سرگرمیوں سے کنارہ کش ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ تیسرے خلیفہ تھے۔

Marfat.com

انہیں حج سے پہلے نکسیر پھوٹنے کی تکلیف ہوگئی۔ یہ تکلیف اس قدر بڑھی کہ وہ حج پر جانے سے معذور ہو گئے۔ لوگوں نے تجویز دی کہ کسی کو اپنا جانشین اور امیر حج مقرر کر دیں۔ انہوں نے پوچھا:

"لوگوں کا کیا خیال ہے کس کو خلیفہ بنانا چاہیے"؟

تو ایک شخص نے جواب میں کہا:

"زبیر بن العوامؓ کو"۔

مروان بن حکمؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا:

"سن لو! قسم ہے اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جتنے لوگوں کو میں جانتا ہوں حضرت زبیرؓ ان سب میں سے بہتر ہیں اور سب سے زیادہ ان سے حضورؐ محبت کرتے تھے"۔

جب حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسندِ خلافت سنبھالی تو حضرت زبیرؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر اس شرط پر بیعت کی کہ عثمان غنیؓ کے قتل کا قصاص لیا جائے۔ تین چار ماہ گزر گئے لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں سے قصاص کی کوئی صورت بنتی نظر نہ آئی تو وہ بہت دل برداشتہ ہوئے۔ حضرت زبیرؓ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ماموں زاد تھے۔ انہوں نے ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف داری کی تھی۔ حضرت زبیرؓ چھ نامزدگان بزرگوں میں سے تھے لیکن وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

کوفہ میں حضرت زبیرؓ کے حامیوں کی ایک بری تعداد موجود تھی جو انہیں خلیفہ بنانے کے خواہشمند تھے۔ قصاص کے معاملے میں التواء ہونے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور حضرت زبیرؓ کی نظروں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشکوک ہو گئے تھے۔ حضرت زبیرؓ ان حالات کی وجہ سے مایوس ہو کر حضرت طلحہؓ کے ہمراہ عمرہ کرنے کے ارادے سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ دونوں نے مکہ مکرمہ میں حضرت سیدہ عائشہؓ سے ملاقات کی۔ حضرت سیدہ عائشہ حج کے بعد وہاں رکی ہوئی تھیں۔ حضرت زبیرؓ، حضرت

Marfat.com

طلحہؓ اور سیدہ عائشہؓ تینوں نے مل کر حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کے قصاص کا منشور بنایا اور ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بصرہ روانہ ہوئے۔ ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ایک بڑا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے بصرہ روانہ ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان تینوں بزرگوں کے درمیان مذاکرات ہونے لگے۔ مذاکرات کے اچھے نتائج کی امید پیدا ہوئی تو سبائی گروہ اور مفسدین نے سوچا کہ اگر اصل حقیقت کھل کر سامنے آ گئی تو قصاص کے طور پر انہیں دھر لیا جائے گا چنانچہ انہوں نے رات کی تاریکی میں بصرہ کے لوگوں پر حملہ کر دیا۔ اس حملے سے لوگوں کو مغالطہ ہوا کہ کس فوج نے پہلے حملہ کیا ہے اور حضرت سیدہ عائشہؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے درمیان یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ وہ ایک دوسرے سے بدعہدی کر رہے ہیں۔ جنگ شروع تھی۔ حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عائشہؓ کے لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ مسلمان آپس میں خون ریزی کئے جا رہے تھے۔ اس جنگ کو جنگِ جمل کہا جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ کے دوران حضرت زبیرؓ کے قریب جا کر پکارا:

''ابو عبداللہ! ایک دن ہم دونوں رسول اللہ کے سامنے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اکٹھے گزرے تو حضورؐ نے پوچھا تھا کہ کیا تم علی (کرم اللہ وجہہ) کو پسند کرتے ہو؟ تو تم نے کہا تھا کہ ہاں میں علی (کرم اللہ وجہہ) کو دوست سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا کہ ایک دن تم ان سے ناحق جنگ کرو گے اور تم اس دن اس پر ظلم کر رہے ہو گے''۔

یہ کہہ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ واپس چلے گئے اور حضرت زبیرؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بات سن کر جنگ سے کنارہ کش ہو گئے اور میدانِ جنگ سے الگ ہو کر بصرہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ ایک شخص عمرو بن جرموز ان کا تعاقب کرتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور ان کا ہمسفر بن گیا۔ جب وہ وادی السباع پہنچے تو ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ دونوں نے نماز کی نیت باندھی۔ حضرت زبیرؓ جونہی سجدہ میں گئے عمرو بن جرموز نے تلوار سے وار کر کے ان کے سر کو تن سے جدا کر دیا اس وقت حضرت زبیر بن العوامؓ کی عمر ۶۴ سال تھی۔ ان کی شہادت کی تاریخ ۱۰ جمادی الاوّل سن ۳۶ھ ہے۔ انہیں ان کے

Marfat.com

غلام عطیہ نے وادی السباع میں ہی دفن کر دیا۔ جب حضرت زبیرؓ کا سر اور ان کی تلوار عمرو بن جرموز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بہت صدمہ ہوا۔ انہوں نے قاتل عمرو بن جرموز کو جہنم کی بری خبر دی۔

حضرت زبیر بن العوامؓ نے سات شادیاں کیں۔ پہلی شادی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ سے ہوئی۔ حضرت زبیرؓ کے گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ حضرت اسماءؓ کے بطن سے پہلے عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے پھر عروہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ حضرت زبیر کی دوسری بیوی کا نام عاتکہ بنت زیدؓ تھا جو حضرت سعید بن زیدؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت عاتکہؓ اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ اور بعد میں حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں آچکی تھیں۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ فقہ و حدیث کے عالم تھے۔ حضرت مصعب بن زبیرؓ بہت بہادر انسان تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی والدہ رباب بنت انیفؓ تھیں جو حضرت زبیرؓ کی تیسری زوجہ تھیں۔ حضرت مصعب بن زبیرؓ کی شادی حضرت سکینہ بنت امام حسینؓ بن علی کرم اللہ وجہہ سے ہوئی۔ حضرت زبیرؓ کی شہادت کے وقت ان کی چار بیویاں زندہ تھیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ جنگِ جمل میں حضرت زبیرؓ نے مجھے بلا کر کہا تھا کہ:

"آج جو مارا جائے گا وہ یا تو ظالم ہوگا یا مظلوم۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج میں مظلوم ہو کر مارا جاؤں گا۔ مجھے اپنے قرض کی بہت فکر ہے۔ بیٹا! تم میرا قرض ادا کر دینا۔ اگر تو قرض ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو میرے مالک کی مدد لینا"۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے پوچھا:

"مالک کون"؟

حضرت زبیرؓ نے جواب دیا:

"اللہ جل جلالہ"۔

Marfat.com

حضرت زبیر بن العوامؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو قرض کی ادائیگی میں مشکل پیش آئی تو انہوں نے دعا کی:

''اے زبیرؓ کے مالک اس کے قرض کی ادائیگی میں مدد فرما''۔

حضرت زبیر نے کوئی نقد اشرفی وغیرہ نہیں چھوڑی تھی البتہ ان کی زمین کے علاوہ مدینہ منورہ میں گیارہ مکانات، بصرہ میں دو گھر اور مصر میں ایک گھر تھا اور کل قرض بائیس لاکھ بنتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اعلان کیا کہ جن جن کا قرضہ حضرت زبیرؓ پر ہو وہ غابہ میں آ کر وصول کر لیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے غابہ کی زمین اور سب گھروں کو فروخت کر دیا اور اپنے والد کے تمام قرضے ادا کئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت زبیرؓ کے تمام وارثوں کو کہا کہ جب تک حج کے چار موسموں میں یہ اعلان نہ کر دوں کہ زبیرؓ پر جس کا قرضہ ہو وہ آ کر لے جائے میں ترکہ تقسیم نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ ہر سال منادی کراتے رہے۔ جب چار سال گزر گئے اور کوئی قرض خواہ نہ آیا تو ترکہ تقسیم کر دیا۔

حضرت زبیر بن العوامؓ زہد و تقویٰ پر یقین رکھتے تھے۔ ان سے اڑتیس احادیث مروی ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت مقدادؓ بن اسود جیسے بزرگوں نے انہیں اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ صحابہ کرامؓ اپنے انتقال کے وقت اپنے مال اور بال بچوں کو انہی کے حوالے کرنا پسند کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں رسول اللہؐ سے اپنے لئے جنت کی خوشخبری سن لی تھی۔

حضرت زبیرؓ ہر قدم پر رسول اللہؐ کی پیروی کرتے تھے اور حضورؐ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتے تھے۔ غزوہ احد میں حضورؐ کے ارد گرد حفاظت کے لئے چودہ مجاہدین رہ گئے تھے۔ ان میں سات مہاجرین یعنی ۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۴۔ حضرت ابو عبیدہؓ ۵۔ حضرت طلحہؓ ۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ۷۔ حضرت زبیر بن العوامؓ تھے۔

غزوہ بدر میں حضرت حبیب بن عدیؓ نے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کر دیا

Marfat.com

تھا اس لئے حارث کے بیٹے نے ایک سو اونٹوں کے عوض انہیں خرید لیا اور شہر حرم گزرنے کے بعد تنعیم کے مقام پر حضرت حبیب بن عدیؓ کو سولی پر لٹکا دیا۔ جب یہ خبر رسولؐ اللہ تک پہنچی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو حضرت حبیب بن عدیؓ کی لاش سولی سے اتار کر لائے گا۔ یہ سن کر حضرت زبیر بن العوامؓ اس کام کے لئے رضا کارانہ طور پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت زبیرؓ کے ساتھ حضرت مقداد بن اسودؓ بھی جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان دونوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر لاش کو سولی سے اتارا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد بھی لاش تازہ تھی۔ حضرت زبیر نے حضرت حبیبؓ کی لاش کو اپنے گھوڑے پر رکھا اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ جب مشرکین کو اس بات کا علم ہوا تو وہ تعاقب کر کے حضرت زبیرؓ کے پاس پہنچ گئے۔ مشرکین کے پوچھنے پر حضرت زبیرؓ نے فرمایا

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں عوام کا بیٹا ہوں اور عبدالمطلب کا نواسہ ہوں۔ اگر تم مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو آگے بڑھو"۔

حضرت زبیرؓ نے لاش کو گھوڑے سے اتارا اور زمین پر لٹا دیا۔ زمین نے اس لاش کو نگل لیا اور کفار دیکھتے رہ گئے اور بغیر لڑائی جھگڑا کئے واپس چلے گئے۔ حضرت حبیبؓ کو "بلیغ الارض" کا لقب ملا۔

حضرت زبیرؓ کی زوجہ اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر کا سب کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ وہ اونٹ کے لئے گھاس وغیرہ بھی خود لاتی تھیں اور پانی کا ڈول بھی بھر بھر کر لاتی تھیں۔ اگر ڈول پھٹ جاتا تو اسے خود ہی سیتی تھیں۔ وہ گھوڑے کے لئے گھاس بھی لاتی تھیں۔ جب حضرت زبیرؓ نے حضرت اسماءؓ سے نکاح کیا تھا تو ان کے پاس سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے کچھ نہ تھا۔ رسولؐ اللہ نے جو زمین حضرت زبیرؓ کو مقطع میں دی تھی حضرت اسماءؓ اس زمین میں گٹھلیاں چننے جایا کرتیں۔ اس زمانے میں حضرت زبیرؓ کے پاس مال و دولت یا غلام لونڈی کچھ بھی نہ تھا۔ ایک دن حضرت اسماءؓ گٹھلیاں سر پر لاد کر لا رہی تھیں کہ راستے میں حضورؐ اور ان کے ساتھی ملے۔ حضورؐ نے اونٹ کو روک کر حضرت اسماءؓ کو کہا کہ آئیں پیچھے بیٹھ جائیں۔

Marfat.com

حضرت اسماءؓ نے شرم اور حضرت زبیرؓ کی غیرت کا پاس کرتے ہوئے سواری نہ کی۔ حضورؐ سمجھ گئے اور آگے بڑھ گئے۔

گھر پہنچ کر حضرت اسماءؓ نے حضرت زبیرؓ سے سب واقعہ سنایا تو حضرت زبیرؓ نے فرمایا:

"مجھے اس بات کا رنج ہے کہ تو گٹھلیاں لینے باہر گئی اور سر پر لاد کر لائی۔ اگر حضورؐ کے ساتھ سواری ہو جاتی تو اتنی غیرت کی بات نہ تھی"۔

ہشام بن عروہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عروہ بن زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے سنا کہ ہجرت مدینہ کے وقت زبیر بن العوامؓ کی زوجہ حضرت اسماءؓ حاملہ تھیں۔ مدینہ منورہ میں مہاجرین میں پیدا ہونے والا پہلا مسلمان بچہ حضرت زبیرؓ کا بیٹا عبداللہؓ تھا۔ حضرت اسماءؓ اپنے بیٹے عبداللہؓ کو حضورؐ کے پاس لے گئیں۔ حضورؐ نے ایک کھجور لی اور چبا کر اس کے منہ میں ڈال دی یعنی ابتداء میں بچے کے منہ میں جو گیا وہ حضورؐ کا تھوک تھا۔

ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کی زوجہ حضرت اسماءؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ:

"یا رسولؐ اللہ! میرے پاس وہی مال ہے جو زبیرؓ نے مجھ کو دیا۔ کیا میں اس میں سے صدقہ دے دوں"؟

تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"صدقہ دے دو اور جوڑ کر مت رکھو ورنہ اللہ بھی روک لے گا"۔

حضرت اسماءؓ غربت کی وجہ سے بہت ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔ حضورؐ نے سمجھایا کہ اگر بہت ناپ تول کر اور گن گن کر خرچ کرو گی تو اللہ تعالیٰ بھی ناپ تول کر اور گن گن کر دے گا۔ اس کے بعد حضرت اسماءؓ نے یہ عادت ترک کر دی اور ان کی آمدنی میں اضافہ ہونے لگا۔

ایک دفعہ حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ ان کی ماں مدینہ منورہ آئی ہوئی ہیں اور کچھ رقم مانگ رہی ہیں لیکن وہ کافر ہیں کیا اس صورت میں اس کی

Marfat.com

مدد کی جا سکتی ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا:

"ہاں! ماں اگر مشرک ہے تو بھی اس سے اچھا سلوک کرو"۔

ایک دفعہ حضرت زبیرؓ اور ثابت بن قیس انصاری کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ جب حضورؐ کو علم ہوا تو آپؐ نے حکم دیا:

"زبیرؓ! پہلے تم اپنے درختوں کو پانی دے لو پھر اپنے ہمسایہ کے باغ میں جانے دینا"۔

یہ بات سن کر ثابت قیس انصاری کہنے لگا:

"کیوں نہیں، آخر زبیرؓ آپؐ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں"۔

اس کی یہ بات سن کر حضورؐ کے چہرے کا رنگ غصہ سے بدل گیا۔ آپؐ نے قاعدے کے مطابق دوسرا حکم دیا کہ

"زبیرؓ! ایسا کر کہ اپنے درختوں کو اس وقت تک پانی دے جب تک منڈیروں تک نہ بھر جائے، اس کے بعد اپنے ہمسایہ کے باغ میں پانی چھوڑ دینا"۔

ایک موقع پر غزوہ احد میں حضرت زبیرؓ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ رسول اللہؐ انہیں تلوار عطا فرمائیں لیکن حضورؐ نے ان کی بجائے تلوار حضرت ابودجانہؓ کے حوالے کر دی۔ اس بات کا انہیں رنج ہوا مگر وہ میدانِ جنگ میں جب حضرت ابودجانہؓ کو دیکھنے گئے تو انہوں نے مشاہدہ کیا کہ حضرت ابودجانہؓ غضب کی شمشیر زنی کر رہے تھے۔ وہ بہت دلیری سے صفوں میں گھس کر دشمن کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔

حضرت زبیرؓ نے یہ دیکھ کر دل ہی دل میں کہا:

"اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر سمجھتے ہیں"۔

برملا حکمِ نبیؐ سدا تو بجا لاتا رہا
تجھ کو نبیؐ اور نبیؐ کو تو چاہتا رہا

Marfat.com

نہ تھی تمنا نام کی نہ مال و زر کی آرزو
حق کی خاطر معرکوں میں تو سدا جاتا رہا

رضائے باری کی بدولت تو شہادت پا گیا
تھا تو جری نغمے ترے سارا جہاں گاتا رہا

Marfat.com

Marfat.com

ادارے کی دیگر کتب

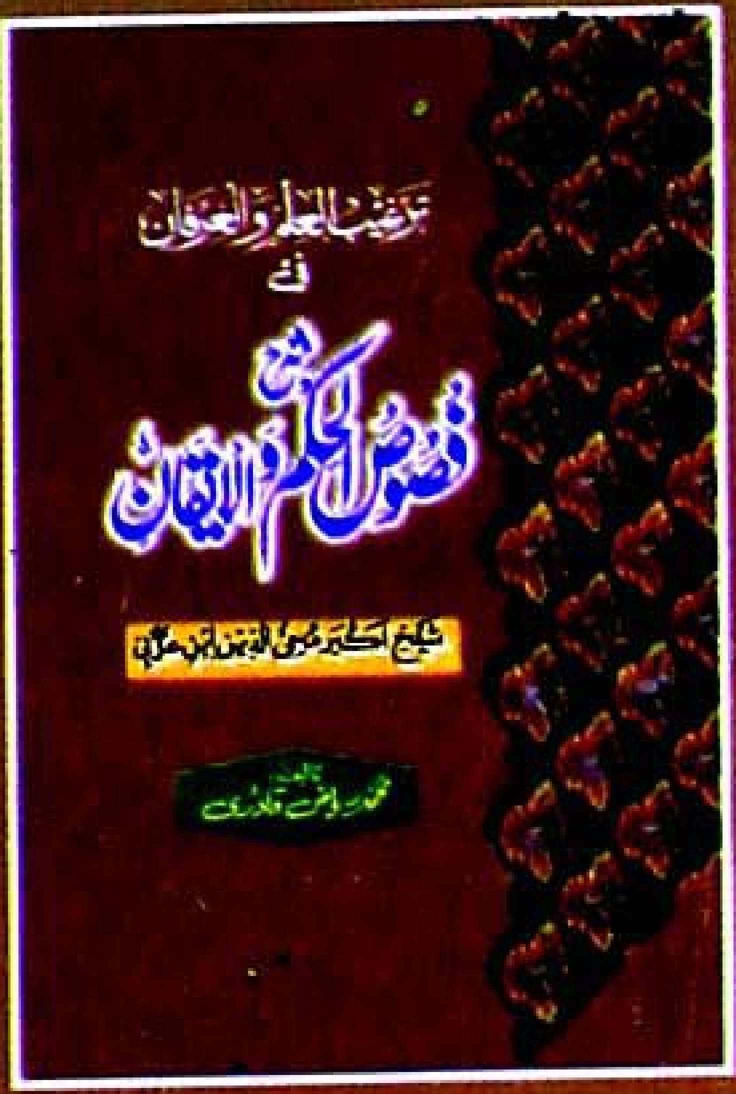

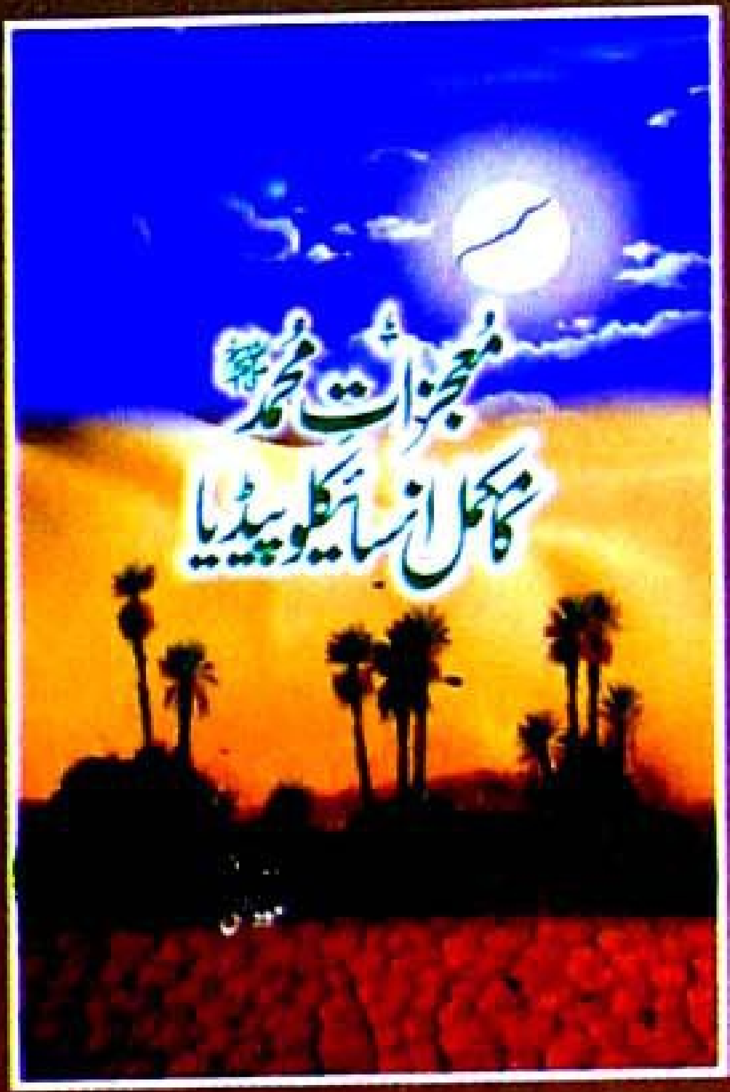

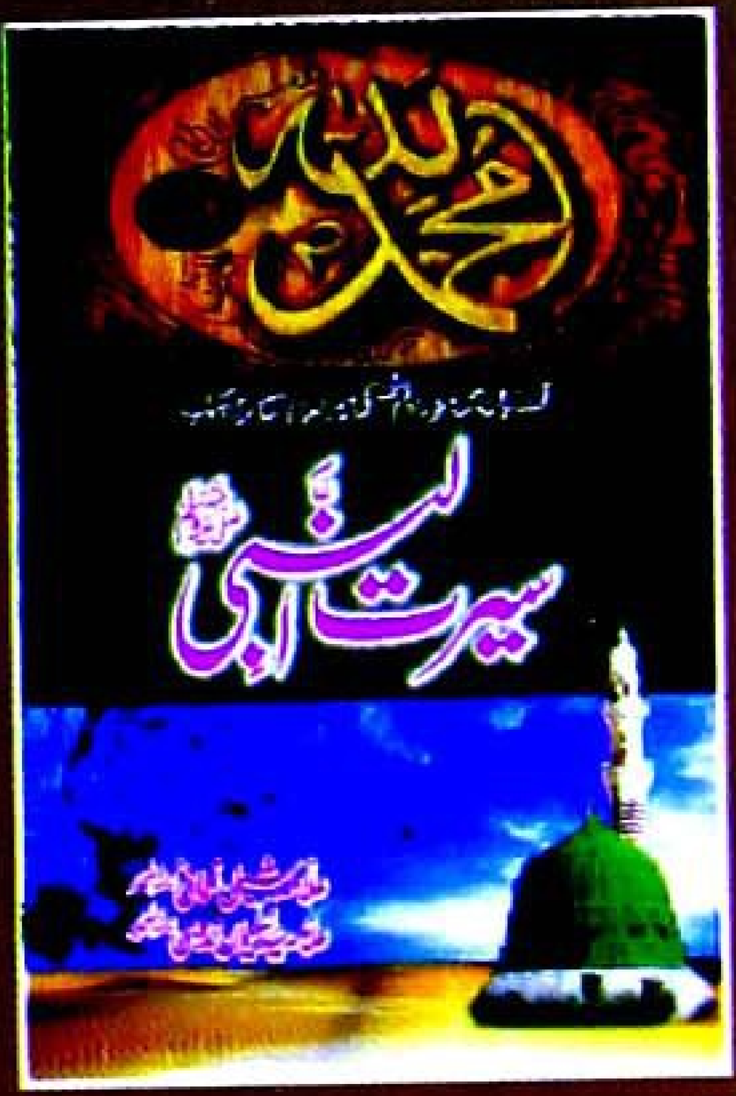

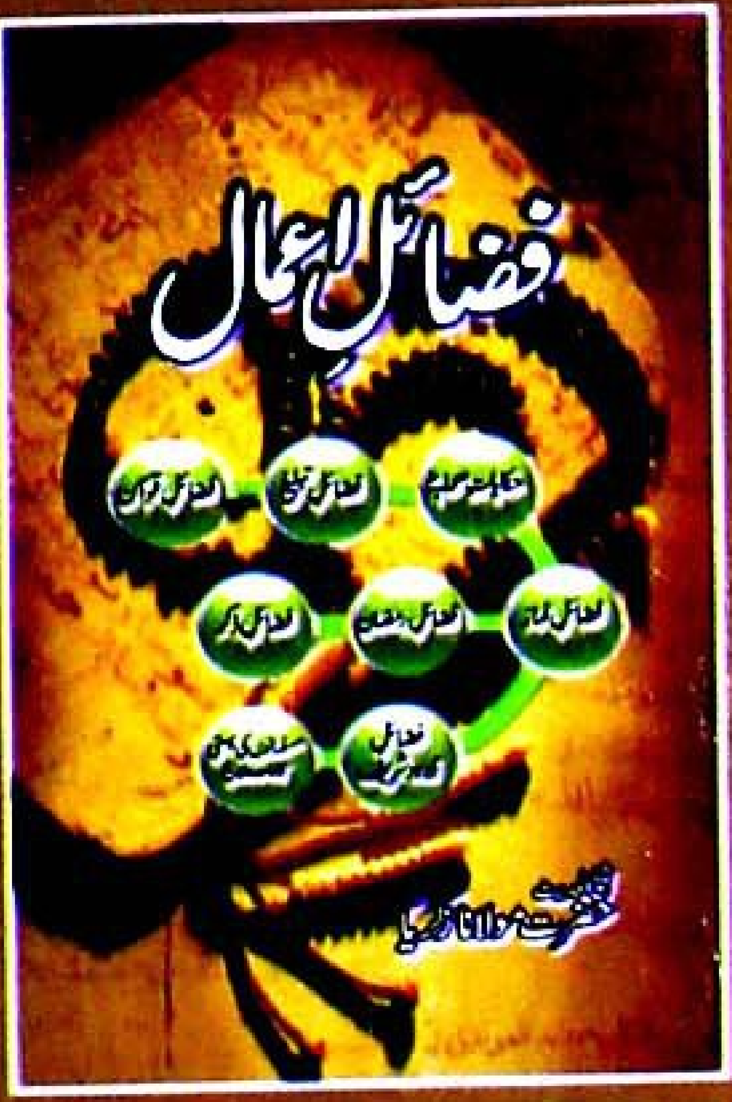

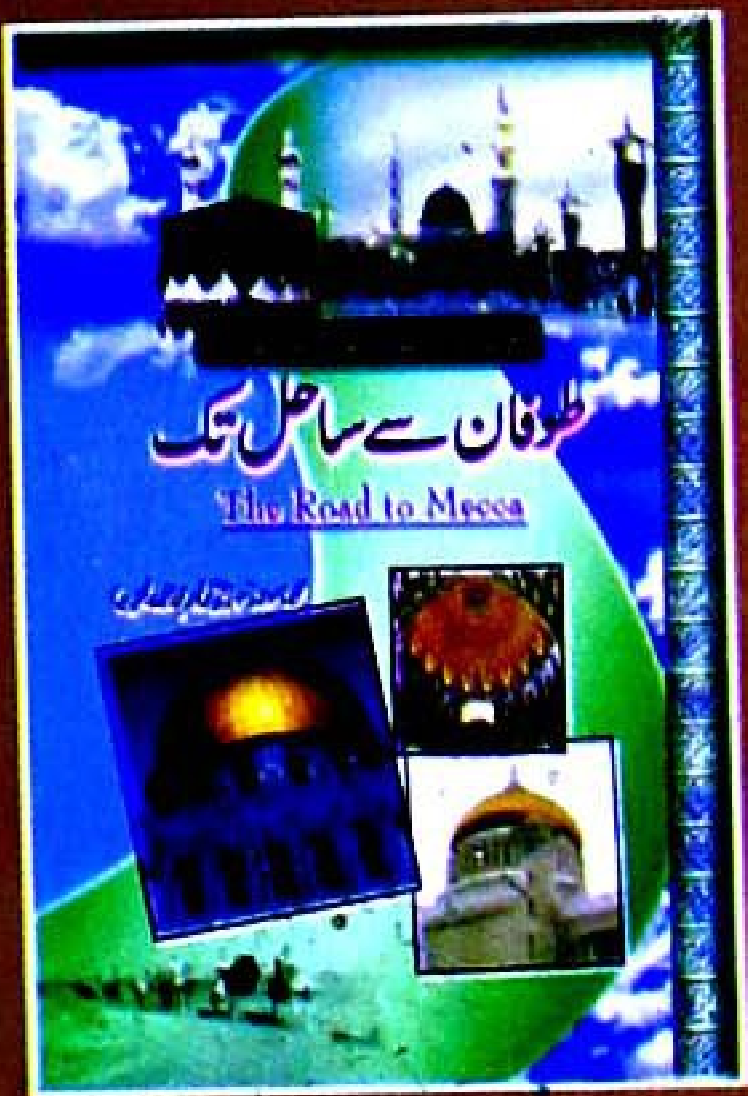

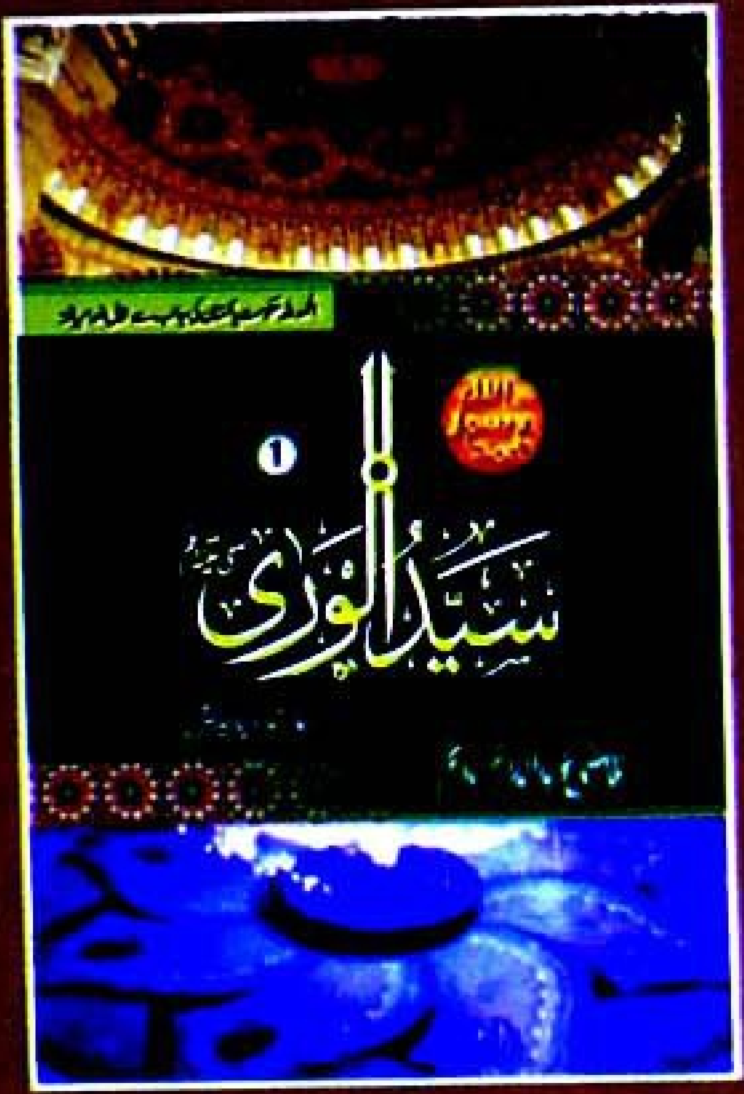

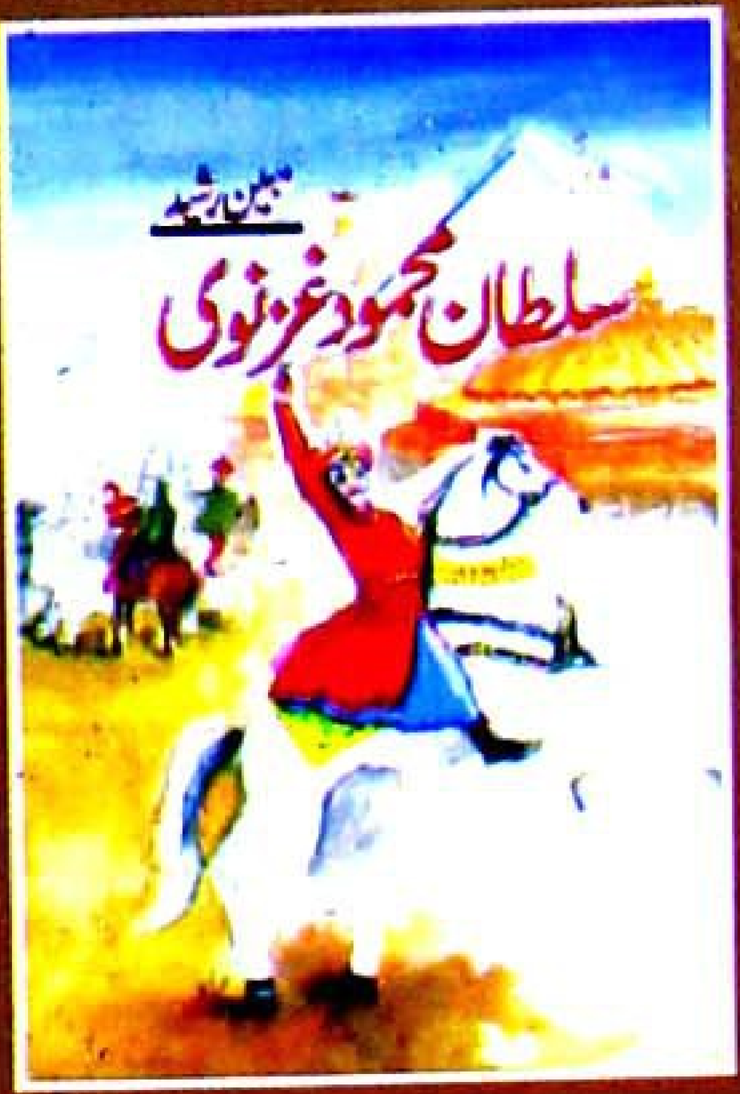

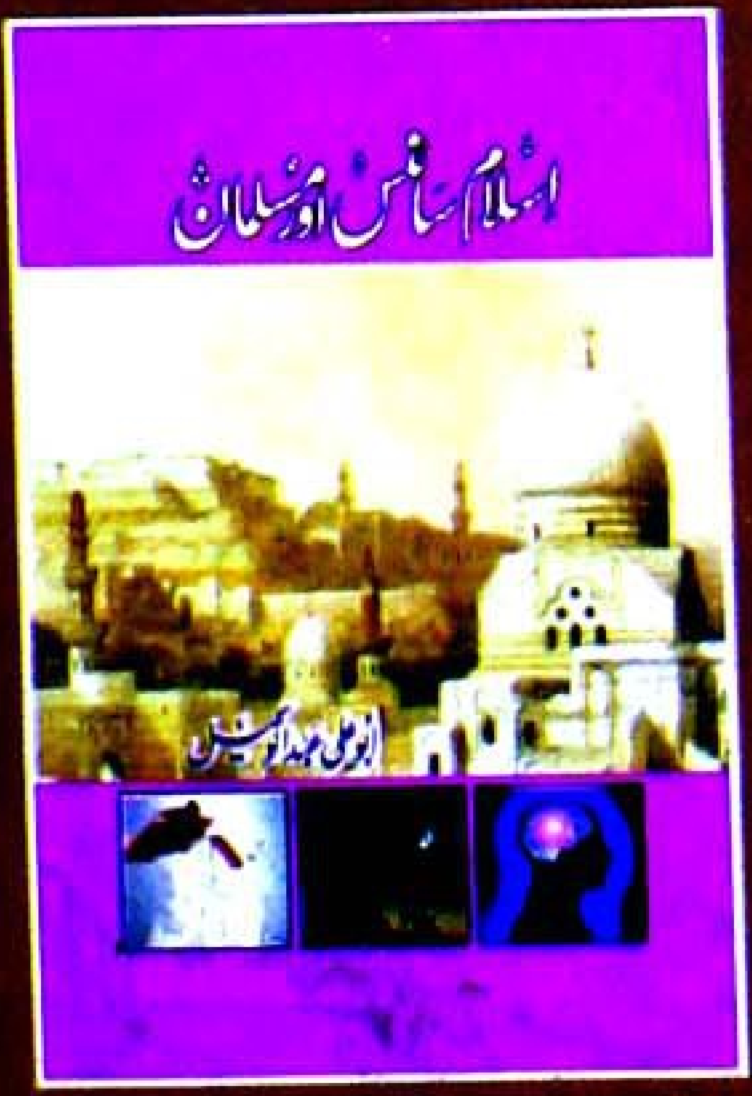

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور۔

فون: 37232336'37352332 فیکس: 37223584

www.ilmoirfanpublishers.com

E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

Marfat.com